ابو العطاء جالندھری

۱۹۷۳ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عشق محمد صلی اللہ علیہ وسلم

بعد از خدا بعشق محمد مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

امروز قوم من نشناسد مقام من
روزے بگریہ یاد کند وقت خوشترم

جانم فدا شود برہِ دینِ مصطفیٰ
این است کامِ دل اگر آید میسرم

(کتاب ازالہ اوہام ۱۸۹۱ء)

جلد ۲۳ | ماہنامہ الفرقان ربوہ | ذوالقعدہ ۱۳۹۳ ہجری قمری
شمارہ ۱۲ | دسمبر ۱۹۷۳ء | فتح ۱۳۵۲ ہجری شمسی

الفہرست

مقالات

حصۂ منظومات

اس شمارہ میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام، سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے علاوہ جن احباب کی نظمیں شامل ہیں ان کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں :-

• جناب شیخ محمد احمد صاحب مظہر • جناب طارق شبلی صاحب • جناب مولوی محمد عثمان صاحب • جناب راجہ نذیر احمد صاحب ظفر
• جناب چودھری شبیر احمد صاحب • جناب آفتاب احمد صاحب بسمل • جناب ثاقب صاحب زیروی لاہور • جناب مولانا نسیم سیفی صاحب
• جناب عبدالحمید صاحب شوق لاہور • جناب چودھری عبدالرشید صاحب تبسم لاہور • جناب میر اللہ بخش صاحب تسنیم گوجرانوالہ ۔

اشتراک

پاکستان .... آٹھ روپے ÷ بیرونی ممالک بحری ڈاک ایک پونڈ، ہوائی ڈاک دو پونڈ

قیمت النبی الخاتم نمبر = ایک روپیہ پچیس پیسے !

اداریہ

خاتم النبییّن کی واضح ترین تفسیر!

تعیینِ مفہوم کے لئے پانچ پہلو زیرِ غور لائے جائیں

مقامِ مدح

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں صرف سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبییّن قرار دیا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس انفرادی اور امتیازی مقام کا ذکر سورۂ احزاب کی ان آیات میں آیا ہے جو سن پانچ ہجری میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح کے سلسلہ میں نازل ہوئی تھیں۔

سب سے پہلے یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ساری اُمتِ محمدیہ اور تمام علماء و مفسّرین کا اس پر اجماع ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ لقب حضورؐ کے لئے مقامِ مدح میں وارد ہوا ہے۔ اس کے معنے اور اس کا مطلب ایسا ہی ہونا چاہیئے جس سے سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف ثابت ہو۔ پھر یہ بھی سب کو مسلّم ہے کہ جملہ انبیاء علیہم السلام میں سے صرف ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مقامِ خاتم النبییّن بخشا گیا ہے اسلئے اس کا مفہوم ایسا ہونا لازمی ہے جس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب نبیوں پر برتری ثابت ہو۔ واضح رہے کہ خاتم النبیین کے مقامِ مدح ہونے اور امتیازی شان پر مشتمل ہونے کے بارے میں کسی سمجھدار مسلمان کو اختلاف نہیں ہے۔ خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خاتم النبییّن ہونے کو سب نبیوں پر فضیلت قرار دیا ہے (صحیح مسلم۔ مشکوٰۃ صفحہ ۵۱۲)

تعیینِ معنے کے لئے پانچ پہلو

آئیے اب لفظِ خاتم النبییّن کے معنے اور اس کا مفہوم متعیّن کریں۔ یہ تعیّن مختصر طور پر پانچ طریق سے ہونا چاہیئے۔ اوّل سورۂ احزاب کے سیاق و سباق کے لحاظ سے۔ دوم قرآن مجید کے باقی سارے حصّوں کے لحاظ سے۔ کیونکہ قرآنی آیات ایک دوسری کی تفسیر کرتی ہیں۔ حدیث میں ہے اَلْقُرْاٰنُ يُفَسِّرُ بَعْضُهُ بَعْضًا۔ سوم احادیثِ نبویہ صحیحہ کے لحاظ سے۔ چہارم عربی زبان کے محاورہ اور استعمال کے لحاظ سے۔ پنجم کتبِ سابقہ کی اُن پیشگوئیوں کے لحاظ سے جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی بشارتوں پر مشتمل ہیں۔ ظاہر ہے کہ خاتم النبییّن کے جو معنے ان پانچ پہلوؤں سے متعیّن ہو جائیں گے وہ قطعی اور یقینی ہوں گے۔

پہلا پہلو (الف) لفظ خاتم النبیین سورۃ احزاب کے رکوع ۵ میں یوں وارد ہوا ہے۔

فرمایا۔ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝ (آیت ۴۱)

کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں (کوئی آپ کا بیٹا نہیں) ہاں آپ رسول اللہ اور خاتم النبیین ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

اس آیت کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ اس کا ایک حصہ دشمنوں کے اعتراض کے جواب پر مشتمل ہے اور ایک حصہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل مدح اور بیانِ فضیلت پر حاوی ہے اور آخر میں وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا کہہ کر واضح فرما دیا کہ یہ سب کچھ علم الٰہی کے مطابق ہو رہا ہے، اس کی پیشگوئیوں کے مطابق ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں متعدد فرزند تولد ہوئے۔ بعض روایتوں کے مطابق آپ کے ہاں گیارہ بیٹے پیدا ہوئے مگر وہ سب بچپن میں بلوغت سے پہلے ہی فوت ہو جاتے رہے۔ مکی زندگی میں آپ کے دشمن کہتے تھے کہ آپ بے اولاد رہ گئے، آپ کا کوئی بیٹا آپ کا قائم مقام نہ ہوگا۔ گویا (معاذ اللہ) آپ ابتر ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے مکی سورہ الکوثر میں اس کے جواب میں حضورؐ کے معاندین کو ابتر ٹھہراتے ہوئے بشارت دی تھی

اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ کہ ہم نے آپ کو عظیم کثرت عطا فرمائی ہے تجھے کون ابتر کہہ سکتا ہے؟

مدنی زندگی میں آپ کے سابق متبنیٰ حضرت زیدؓ نے حضرت زینبؓ کو طلاق دیدی اور حضورؐ نے اللہ تعالیٰ کے اذن سے حضرت زینبؓ سے نکاح فرمایا تو کافروں اور منافقوں نے شور مچا دیا کہ حضورؐ نے اپنے بیٹے کی مطلقہ سے شادی کر لی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسم تبنّی کو باطل ٹھہرایا اور فرمایا کہ محض منہ سے کہہ دینے سے کوئی کسی کا بیٹا نہیں بن جاتا۔ زیدؓ آپ کا بیٹا نہیں بلکہ آپ کسی بھی بالغ مرد کے باپ نہیں ہوئے۔ آپ کے سب بیٹے بچپن میں انتقال کر گئے۔ پس بیٹے کی مطلقہ سے شادی کر لینے کا اعتراض سراسر باطل اور بے بنیاد ہے۔

اب سوال ہوتا تھا کہ پھر دشمنوں کے ابتر ٹھہرانے کے اعتراض کا کیا جواب ہے؟ اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے حرفِ استدراک لٰکن لا کر مکمل جواب دیا اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بلند ترین مرتبہ و مقام بیان فرما کر دشمنوں کے منہ بند کر دیئے۔ فرمایا کہ آپ رسول اللہ ہیں، ساری امت جو رہتی دنیا تک باقی رہے گی آپ کی اولاد ہے۔ یہ اولاد تعداد کے لحاظ سے بھی عظیم کثرت میں ہوگی۔ نیز فرمایا کہ آپ خاتم النبیین ہیں، آپ سب نبیوں کے بھی باپ ہیں، سب سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ آپ کا فیض نہ صرف عام امتیوں کے لئے ہے بلکہ آپ کی فیض رسانی نبیوں کے لئے بھی دائم و جاری ہے۔

ظاہر ہے کہ صالح، شہید، صدیق اور نبی روحانیت کے چار درجے ہیں۔ نبی ان میں سب سے اعلیٰ ہے اور جسے اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین قرار دیا ہے وہ ساری نوعِ آدم سے افضل و اعلیٰ ہوگا کیونکہ وہ نبیوں کا بھی باپ ہے۔ آیت خاتم النبیین کی ساخت اور ترکیب اسی مفہوم کو متعین کرتی ہے اور اسی سے ابتریت کے الزام کا مکمل رد ہوتا ہے۔ گویا آپ کی روحانی اور معنوی اولاد تعداد اور درجہ ہر لحاظ سے عظیم کثرت میں ہے اور بے نظیر ہے۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند نے کیا خوب لکھا ہے کہ:۔

"حاصل مطلب آیۂ کریمہ اس صورت میں یہ ہوگا کہ ابوتِ معروفہ تو رسول اللہ صلعم کو کسی مرد کی نسبت حاصل نہیں پر ابوتِ معنوی امتیوں کی نسبت بھی حاصل ہے اور انبیاء کی نسبت بھی حاصل ہے۔ انبیاء کی نسبت تو فقط خاتم النبیین شاہد ہے۔" (رسالہ تحذیر الناس صفحہ ۱۰)

(ب) اگر آپ آیت خاتم النبیین پر سورۂ احزاب کے سیاق و سباق کے لحاظ سے غور فرمائیں تو بھی خاتم النبیین کے معنے افضل و اعلیٰ اور نبیوں کے باپ ہونے کے معنے ہی متعین ہوتے ہیں۔ بات یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ احزاب کے پہلے رکوع میں اعلان فرمایا تھا اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ (آیت ۶) کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کے ان کی جانوں کی نسبت بھی قریب تر ہیں اور آپ کی ازواج مطہرات مومنوں کی مائیں ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب حضورؐ کی بیویاں روحانی طور پر مومنوں کی مائیں قرار پائیں تو آپؐ مومنوں کے بلحاظ نبی ضرور باپ قرار پائیں گے۔ اب جب آیت خاتم النبیین نازل ہوئی اور اس کے پہلے حصہ میں مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ کہہ کر آپؐ کے مردوں کے باپ ہونے کی نفی کی گئی۔ تو سوال پیدا ہوا کہ سورۂ احزاب کے شروع میں جو بطور نبی حضورؐ کو باپ ٹھہرایا گیا تھا کیا وہ بھی ختم ہوگیا؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ فرما کر وضاحت فرمائی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ابوّت روحانی بدستور قائم ہے اور اس کا دائرہ تو انتہائی وسیع ہے۔ سب زمانوں، ساری نسلوں اور نوعِ آدم کے سارے انسانوں پر حاوی ہے۔ آپؐ رسول اللہ ہیں اس لئے مومنوں کے باپ ہیں، آپؐ خاتم النبیین ہیں اس لئے نبیوں کے لئے آپؐ کا وجودِ باجود فیض رساں ہے۔ پس آیت خاتم النبیین سے پہلے کا سورۂ احزاب کا حصہ بھی اسی معنے کی تائید کرتا ہے جو اوپر مذکور ہوئے ہیں۔ آیت خاتم النبیین (آیت ۴۰) کے بعد کی آیات میں بھی یہی صراحت ہے کہ حضورؐ کی فیض رسانی جاری و ساری ہے۔ آپؐ ہمیشہ کے لئے اسوۂ حسنہ ہیں اور آپؐ کا خاتم النبیین ہونا مومنوں کے لئے فضل کبیر پانے کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ سورۂ احزاب کی آیات ۴۵، ۴۶

اور اس کے یہ الفاظ ہیں۔ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ
اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًاۙ
وَّ دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا ۝
وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ
فَضْلًا كَبِیْرًا ۝ (ع ۶) کہ اے نبی! ہم نے تجھے
سب لوگوں پر گواہ بنا کر، مومنوں کے لئے بشارت
دینے والا اور منکرین کے لئے انذار کرنے اور اللہ
کے حکم سے سب کو دعوت الی اللہ کرنے والا بنا کر
بھیجا اور اللہ نے آپ کو سراج منیر، روشنی بخشنے والا
سورج بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ اے نبی! تو سب
ایمانداروں کو بشارت دے کہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ
کی طرف سے فضل کبیر مقدر ہے۔

اگر تدبر کیا جائے تو ان آیات میں خاتم النبیین
کے معنے متعین کر دیئے گئے ہیں۔ حضورؐ سراج منیر
ہیں۔ آپ کا نور ہمیشہ دلوں کو منور کرے گا اور آپ
سے ساری اُمت ہمیشہ کے لئے رُوحانی روشنی حاصل
کرتی رہے گی۔ پھر فرمایا کہ آپ کی خاتمیت یوں جلوہ گر
ہوتی رہے گی کہ مومنوں کے لئے فضل کبیر کے دروازے
ہمیشہ کھلے رہیں گے۔

اس فضل کبیر کی تفسیر سورۂ نساء ع ۹ میں یوں
کی گئی ہے وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ
فَاُولٰٓىٕكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ
مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّهَدَآءِ
وَ الصّٰلِحِیْنَ وَ حَسُنَ اُولٰٓىٕكَ رَفِیْقًا ۝
ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ
عَلِیْمًا ۝ کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور حضرت محمد مصطفےٰ
صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریں گے آپ کے متبع
اور پیرو ہوں گے وہ ان لوگوں کے ہمرتبہ ہوں گے
جن پر اللہ تعالیٰ پہلے انعام فرما چکا ہے یعنی نبی[۱]،
صدیق[۲]، شہید[۳] اور صالح[۴] بنا چکا ہے یہ اچھے ساتھی
ہیں۔ یہ اللہ کا **فضل** ہے اور اللہ تعالیٰ خوب
جاننے والا ہے۔

اگر انسان خدا ترسی سے غور کرے تو اسے
صاف نظر آ جاتا ہے کہ سورۂ احزاب میں آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین قرار دینے کے نتیجہ
میں مومنوں کو جس **فضل** کی بشارت دی تھی وہ **فضل**
یہی ہے جو سورۂ نساء ع ۹ کی آیت میں مذکور ہے۔
یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتیوں کا سب مراتب
چاروں درجات انعام رُوحانی حاصل کرنا۔ دیکھئے
خاتم النبیین کی یہ کتنی واضح تفسیر ہے جو خود اللہ تعالیٰ
نے اسی سورۂ احزاب میں فرما دی ہے؟ پھر اسی
سورہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَقَدْ كَانَ
لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ
لِّمَنْ كَانَ یَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْیَوْمَ الْاٰخِرَ
وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِیْرًا ۝ (احزاب ع ۳) کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم خوف خدا رکھنے والوں اور قیامت
پر ایمان لانے والوں اور ذکر کثیر کرنے والوں
کے لئے دائمی طور پر کامل نمونہ ہیں۔ اس آیت
میں بھی خاتمیت محمدیہ کی وضاحت کی گئی ہے۔ کیونکہ
اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلیٰ اور کامل نمونہ

قرار دیا گیا ہے۔

مندرجہ بالا آیات کی روشنی میں سورۂ احزاب کے سیاق و سباق کے لحاظ سے **خاتم النبیّین** کی تفسیر ظاہر ہے۔ اِن آیات سے متعیّن ہو گیا کہ آپ مومنوں کے باپ ہیں۔ اُمّت کے لئے جملہ نعماء الٰہیہ کے **دروازے کھولنے والے** ہیں اور اپنی جامعیت کے باعث سب کے لئے **اسوۂ حسنہ** ہیں۔

دوسرا پہلو قرآن مجید کی دوسری سورتوں کے رُو سے **خاتم النبیّین** کا کیا مفہوم متعیّن ہوتا ہے؟ ہمارے اور دوسرے علماء کے درمیان **اختلاف** ہے۔ وہ اس کے معنے نبیوں کو بند کرنے والے اور ہر قسم کی نبوّت کو منقطع کرنے والے کے لیتے ہیں اور ہمارے نزدیک خاتم النبیّین کا لفظ فیوضِ محمّدیہ کے اُمّت میں جاری ہونے اور حضورؐ کے افضل النبیّین اور سیّد المرسلین ہونے پر دال ہے جس کے نتیجہ میں یہ تو ضرور قرار پاتا ہے کہ کوئی نئی شریعت والا نبی نہ آئے اور آپؐ کی پیروی و اتّباع کے بغیر کوئی نعمتِ نبوّت سے سرفراز نہ ہو سکے لیکن اصل مفہوم اور بالذات معنی فیض رسانی اور افضلیت کے ہی ہیں۔

آئیے اب اس اختلاف کا فیصلہ قرآنی آیات کی روشنی میں کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(۱) اَللّٰہُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ ۝ (الحج: ۷۶) کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں میں سے بھی رسول منتخب کرتا ہے اور کرتا رہے گا اور انسانوں میں سے بھی کیونکہ وہ سُننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

اِس آیت میں فرشتوں اور انسانوں میں سے رسولوں کو انتخاب کرتے رہنا اللہ تعالیٰ کی **سُنّتِ مستمرّہ** قرار دیا ہے کیونکہ یصطفی استمرار پر دلالت کرتا ہے۔

(۲) مَا کَانَ اللّٰہُ لِیَذَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلٰی مَاۤ اَنْتُمْ عَلَیْہِ حَتّٰی یَمِیْزَ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ ؕ وَ مَا کَانَ اللّٰہُ لِیُطْلِعَکُمْ عَلَی الْغَیْبِ وَ لٰکِنَّ اللّٰہَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِہٖ مَنْ یَّشَآءُ ۪ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَ رُسُلِہٖ ۚ وَ اِنْ تُؤْمِنُوْا وَ تَتَّقُوْا فَلَکُمْ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ۝ (آل عمران: ۱۷۹)

ترجمہ۔ اللہ کے شایانِ شان نہیں کہ وہ تم (صحابہؓ) کو اسی حال پر چھوڑ دے جس پر تم ہو جب تک خبیث اور طیّب میں فرق کر کے نہ دکھائے اور وہ تم کو (براہِ راست) غیب پر مطلع کرنے والا بھی نہیں لیکن وہ اپنے حسبِ مشیت رسولوں کو برگزیدہ کیا کریگا۔ پس تم اللہ تعالیٰ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لاؤ۔ اور اگر تم ایمان لاؤ گے اور تقویٰ اختیار کرو گے تو تمہارے لئے بہت بڑا اجر و ثواب ہوگا۔

اِس آیت میں مخاطب **مومنین** ہیں۔ ان میں نزولِ قرآن کے بعد بھی خبیث و طیّب میں فرق ہوتے

رہنے کی ضرورت ہے۔ منافق اور مخلص میں امتیاز پیدا ہونا لازمی ہے۔ دلوں کا حال اللہ ہی جانتا ہے اسلئے یہ امتیاز وہی پیدا کر سکتا ہے۔ وہ براہِ راست ہر شخص کو دوسرے کے دل کی کیفیت نہیں بتائے گا۔ بلکہ رسول کو منتخب کیا کرے گا۔ اس طرح ایمان لانے اور تکذیب کرنے سے امتیاز واضح ہوتا رہے گا۔ یہ نہایت صاف بیان ہے جس کا تعلق خود مسلمانوں سے ہے۔

(۳) یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیٰتِیْ فَمَنِ اتَّقٰی وَاَصْلَحَ فَلَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ○ (الاعراف ۲۸۱)

ترجمہ:- اے فرزندانِ آدم! جب کبھی بھی تمہارے پاس تم میں سے رسول آئیں اور تم پر میری آیات پڑھیں تو تم میں سے جو تقویٰ اختیار کریں گے اور صلاحیت اختیار کریں گے ان پر نہ خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے۔

اس آیت میں بقائے نسلِ آدمؑ تک سلسلہ رُسل کے جاری ہونے کا اعلان ہے۔

(۴) وَاِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰھٖمَ رَبُّهٗ بِکَلِمٰتٍ فَاَتَمَّھُنَّ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ قَالَ لَا یَنَالُ عَھْدِی الظّٰلِمِیْنَ ○ (البقرہ ۱۲۴)

ترجمہ:- یاد کرو جب ابراہیمؑ کے رب نے انہیں چند احکام سے آزمایا تو انہوں نے ان احکام کو پورا کر دکھایا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابراہیمؑ! میں تجھے لوگوں کے لئے پیشوا مقرر کرتا ہوں۔ ابراہیمؑ نے عرض کیا کہ میری اولاد میں سے بھی ایسے امام بناتے رہیو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہاں ایسا ہوتا رہے گا، لیکن میرا یہ عہد ظالموں کے حق میں پورا نہ ہوگا۔

اس آیت سے صریح طور پر ثابت ہے کہ جب تک حضرت ابراہیمؑ کی نسل باقی ہے اور ان میں اچھے لوگ موجود ہیں وہ ابراہیمی عہد (امامت و نبوت) کے وارث بنتے رہیں گے۔

پس قرآنی آیات سلسلۂ نبوت کو جاری قرار دیتی ہیں۔ ہاں خاتم النبیینؐ کے ظہور کے بعد اس انعام پانے کے لئے " وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ " کی آیت کے مطابق رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و اتباع شرط ہے، کوئی غیر اُمتی اس مقام کا پانے والا نہیں ہو سکتا۔ صرف اُمتی نبوت ہی جاری و ساری ہے۔

تیسرا پہلو

تیسرا پہلو خاتم النبیین کے معنوں کی تعیین کے لئے احادیث نبویہ ہیں۔ بلاشبہ یہ حقیقت ہے کہ قرآن مجید کی حقیقی تفسیر حضرت سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی معلوم ہے۔ آپؐ سے بڑھ کر کوئی قرآن مجید کا فہم نہیں رکھتا مگر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث راویوں کے ذریعہ ایک زمانہ کے بعد مدوّن ہوئی ہیں ان کے الفاظ میں راویوں کی سمجھ کا بھی حصہ شامل ہو گیا ہے۔ اسی لئے یہ مسلّمہ قاعدہ ہے کہ جس "حدیث" کے الفاظ

قرآن پاک کے مخالف ہوں وہ یقیناً رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نہیں۔

اس مسلمہ قاعدہ کو مدنظر رکھ کر جب ہم احادیث پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں زیرِ غور معاملہ میں سب سے پہلے یہ تصریح دکھائی دیتی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن چھ باتوں کو دیگر انبیاء پر اپنی فضیلت کے طور پر بیان فرمایا ان میں ایک آپ کا خاتم النبیین ہونا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح باب الفضائل)

پس متعین ہو گیا کہ خاتم النبیین کے وہی معنے درست ہیں جن کے رُو سے حضورؐ کی تمام نبیوں پر فضیلت و برتری ثابت ہو۔

احادیث میں دوسری بات یہ نظر آتی ہے کہ اُمت کی اصلاح کے لئے ایک مسیح موعود کے آنے کی خبر دی گئی ہے اور اس کا مقام چار مرتبہ لفظ "نبی اللہ" کہکر بیان ہوا ہے (نواس بن سمعان کی روایت مندرجہ مسلم) اس سے ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے سے مسیح موعود کے نبی اللہ ہونے میں کوئی روک نہیں پس خاتم النبیین کے ایسے ہی معنے کرنے چاہئیں جو مسیح موعود کے نبی اللہ ہونے کی نفی نہ کریں۔ اس نکتہ کے پیش نظر سلف صالحین نے خاتم النبیین اور حدیث لا نبی بعدی کی تشریح یوں صاف طور پر فرمایا ہے :-

(الف) اذ المعنی انہ لا یاتی نبی بعدہ ینسخ ملتہ ولم یکن من امتہ" (موضوعات کبیر صفحہ ۶۹)

کہ خاتم النبیین کے معنے یہ ہیں کہ آنحضرتؐ کے بعد کوئی ایسا نبی نہ آسکے گا جو آپؐ کے دین کو منسوخ کرنے والا ہو اور آپؐ کا اُمتی نہ ہو۔"

(ب) "قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا نبی بعدی ولا رسول المراد بہ لا مشرع بعدی" (الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۴۲)

یعنی آنحضرتؐ کے قول لا نبی بعدی کے معنے ہیں کہ میرے بعد کوئی صاحبِ شریعت نبی نہیں ہوگا۔"

(ج) "ھذا معنی قولہ صلعم ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی ای لا نبی بعدی یکون علی شرع یخالف شرعی بل اذا کان یکون تحت حکم شریعتی" (فتوحاتِ مکیہ جلد ۲ صفحہ ۳)

کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث "ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت" کا یہ مطلب ہے کہ میرے بعد ایسا نبی نہ ہوگا جو کسی ایسی شریعت کو لانے والا ہو جو میری شریعت کے مخالف ہو بلکہ اگر کبھی کوئی نبی ہوگا تو وہ میری شریعت کے تابع ہوگا۔

(د) اُردو کتاب اقتراب الساعۃ میں نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں :-

"ہاں لا نبی بعدی آیا ہے جس کے معنے نزدیک اہل علم کے یہ ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی شرع ناسخ لے کر نہیں آئے گا۔"

(اقتراب الساعۃ صفحہ ۱۶۲)

پس احادیث سے خاتم النبیین کے معنوں کی تعیین بھی نمایاں ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لفظ کو اپنی فضیلت کے طور پر استعمال فرمایا ہے اور ایسے نبیوں کی آمد جو نئی شریعت لانے کے مدعی ہوں یا مستقل طور پر دعویٰ نبوت کرنے والے ہوں بند قرار دیکر اپنے اُمتی نبی کے آنے سے اپنی برتری و فضیلت کا اعلان فرما دیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ جن احادیث میں نبوت کی بندش کا ذکر ہے ان سے مراد شریعت والی نبوت ہے اور جن احادیث میں آنحضرتؐ کی فضیلت اور آنے والے مسیح موعود کے نبی ہونے کا ذکر ہے ان سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع و پیروی میں حصولِ نبوت کا بیان ہے۔

چوتھا پہلو قرآن مجید کا نزول فصیح ترین عربی زبان میں ہوا ہے۔ عربی زبان کو اُمُّ الْاَلْسِنَۃ ہونے کا مقام حاصل ہے۔ نزولِ قرآن کے وقت عربی زبان کی لغت کی کتابیں مدوّن نہ تھیں۔ یہ لغات کی کتابیں بالعموم عجمی اہلِ علم نے کافی بعد مرتب کی ہیں۔ لغت کی کتابوں کا اصلی دائرہ عمل مفرد الفاظ ہوتے ہیں۔ مرکبات کے مفہوم کی وضاحت اہلِ زبان کے محاورات اور استعمالات سے ہوتی ہے۔

لفظ خاتم النبیین مرکب اضافی ہے جو خاتم اور النبیین سے مرکب ہے۔ نبی انسانوں میں سب سے اونچے مقام پر ہوتا ہے۔ نبوت ایک مرتبہ ہے۔ اور عربی محاورہ کے رُو سے جب کسی انسان کو اہلِ مراتب کا خاتم قرار دیا جائے تو اسکے معنے صرف یہ ہوتے ہیں کہ وہ ان اہلِ مراتب کا اعلیٰ و افضل فرد ہے۔ جب کسی انسان کو ایسے مرکب اضافی سے بطور مدح مخاطب کیا جائے تو ساری عربی زبان میں اسکے معنے بجز افضل و اعلیٰ کے کبھی استعمال نہیں ہوئے۔ مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) ابو تمام شاعر کو خاتم الشعراء لکھا گیا۔ (وفیات الاعیان جلد ۱)۔ (۲) ابو الطیب شاعر کو خاتم الشعراء کہا گیا (مقدمہ دیوان المتنبی مصری ص۴)۔ (۳) ابو العلاء المعری کو خاتم الشعراء کہا گیا (حوالہ مذکورہ بالا)۔ (۴) شیخ علی حزیں کو ہندوستان میں خاتم الشعراء سمجھتے ہیں (حیاتِ سعدی ص۱۱۱)۔ (۵) حبیب شیرازی کو ایران میں خاتم الشعراء کہا جاتا ہے (حیاتِ سعدی ص۲۸۷)۔ (۶) حضرت علیؓ خاتم الاولیاء ہیں (تفسیر صافی سورہ احزاب)۔ (۷) امام شافعی خاتم الاولیاء تھے (التحفۃ السنیۃ ص۴۳)۔ (۸) شیخ ابن العربی خاتم الاولیاء تھے (سرورق فتوحات مکیہ)۔ (۹) کافور خاتم الکرام تھا (شرح دیوان المتنبی ص۳۰۴)۔ (۱۰) امام محمد عبدہ مصری خاتم الائمۃ تھے (تفسیر الفاتحہ مطبوعہ مصر ص۱۴۸)۔ (۱۱) احمد بن ادریس خاتمۃ العلماء المحققین ہیں (العقد النفیس)۔ (۱۲) ابو الفضل الالوسی کو خاتمۃ المحققین لکھا ہے (سرورق تفسیر روح المعانی)۔ (۱۳) شیخ الازہر سلیم البشری کو خاتم المحققین قرار دیا گیا (الحراب ص۳۷۲)۔ (۱۴) حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کو خاتم المحدثین لکھا جاتا ہے (عجالہ نافعہ جلد اول)۔ (۱۵) امام سیوطی

کو خاتمۃ المحققین قرار دیا گیا ہے (سرورق تفسیر اتقان)۔ (۱۶) سب سے بڑا ولی خاتم الاولیاء ہوتا ہے (تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۴۲۲)۔ (۱۷) افضل ترین ولی خاتم الولایۃ ہوتا ہے (مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۲۷۱) (۱۸) امام سیوطی خاتمۃ المحدثین تھے (ہدیۃ الشیعہ صفحہ ۲۱۰) (۱۹) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الکاملین ہیں۔ (حجۃ الاسلام صفحہ ۳۵)۔ (۲۰) حضرت علیؓ خاتم الاصفیاء الائمۃ ہیں (بقیۃ المتقدمین صفحہ ۱۸۴)

ہم اختصار کی خاطر اس جگہ صرف یہی بیس مثالیں پیش کرتے ہیں ورنہ جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب القول المبین فی تفسیر خاتم النبیین میں درج کیا ہے ایسی اور بھی بہت سی مثالیں ہیں۔ ان مثالوں سے ظاہر ہے کہ جس طرح خاتم الشعراء کے معنے سب سے بڑا شاعر، خاتم الاولیاء کے معنے سب سے بڑا ولی، خاتم المحدثین کے معنے سب سے بڑا محدث، خاتم الائمۃ کے معنے سب سے بڑا امام، خاتم المحققین سے مراد سب سے بڑا محقق اور خاتم الکاملین کے معنے سب کاملوں سے بڑا کامل ہیں اسی طرح خاتم النبیین کے معنے ہوں گے سب سے بڑا نبی، سب سے افضل پیغمبر، سب سے برتر رسول — جماعت احمدیہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی مفہوم میں خاتم النبیین مانتی ہے جو محاورہ زبان کے عین مطابق اور امت محمدیہ کے استعمال کے موافق ہے۔ حضورؐ کی افضلیت کا بدیہی تقاضا ہے کہ آپؐ سے بڑا نبی کبھی نہ ہو۔ آپؐ کی شریعت کو کوئی منسوخ نہ کرے۔ آپؐ کے فیضان سے امتی نبی آسکیں۔ ھٰذا ھو المراد۔

پانچواں پہلو

رسول مقبولؐ خاتم النبیین ہیں۔ ابتدائے آفرینش سے سب نبی آپؐ کی بشارت اپنی اپنی امتوں کو دیتے رہے ہیں۔ ان پیشگوئیوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ کو واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔ بطور مثال چار پیشگوئیاں درج ذیل ہیں۔ حضرت موسیٰؑ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

(۱) "میں ان کے لئے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے فرماؤں گا وہ سب ان سے کہے گا۔" (استثناء ۱۸/۱۸)

(۲) "خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا۔ فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا۔ اور اس کے داہنے ہاتھ میں ایک آتشی شریعت ان کے لئے تھی۔"

(استثناء ۳۳/۲)

حضرت مسیحؑ نے انگوری باغ کی تمثیل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یوں ذکر فرمایا:۔

(۳) "جب باغ کا مالک آئے گا تو ان باغبانوں کے ساتھ کیا کرے گا؟ انہوں نے اس سے کہا۔ ان بُرے آدمیوں کو بُری طرح ہلاک کرے گا اور باغ کا ٹھیکہ

اور باغبانوں کو دے گا جو موسم پر اس کو پھل دیں گے۔ (متی ۲۱: ۴۰-۴۱)

(۴) مکاشفہ یوحنا میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی ان الفاظ میں درج ہوئی ہے:-

"ایک سفید گھوڑا ہے اور اس پر ایک سوار ہے جو سچا اور برحق کہلاتا ہے اور وہ راستی کے ساتھ انصاف اور لڑائی کرتا ہے اور اس کی آنکھیں آگ کے شعلے ہیں اور اس کے سر پر بہت سے تاج ہیں اور اس کا ایک نام لکھا ہوا ہے جسے اس کے سوا اور کوئی نہیں جانتا اور وہ خون کی چھڑکی ہوئی پوشاک پہنے ہوئے ہے اور اس کا نام کلام خدا کہلاتا ہے اور آسمان کی فوجیں سفید گھوڑوں پر سوار اور سفید اور صاف مہین کتانی کپڑے پہنے ہوئے اس کے پیچھے پیچھے ہیں اور قوموں کے مارنے کیلئے اس کے منہ سے ایک تیز تلوار نکلتی ہے اور وہ لوہے کے عصا سے ان پر حکومت کرے گا اور قادر مطلق خدا کے سخت غضب کی مے کے حوض میں انگور روندے گا اور اس کی پوشاک اور ران پر یہ نام لکھا ہوا ہے بادشاہوں کا بادشاہ اور خداوندوں کا خداوند۔"
(مکاشفہ ۱۹: ۱۱-۱۶)

ان پیشگوئیوں میں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مثیلِ موسیٰ، کامل نبی، خداوند کا ظہور، باغ کا مالک، جسکا نام خدا یا بادشاہوں کا بادشاہ اور خداوندوں کا خداوند قرار دیا ہے اور یہی خاتم النبیین کا مفہوم ہے۔ یہی وہ نام ہے جو صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا ہے ؎

ختم شد بر نفسِ پاکش ہر کمال
لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

ہم ابتداء میں ذکر کر چکے ہیں کہ آیت خاتم النبیین ۵ سنہ ہجری میں حضرت زینبؓ کے نکاح کے موقعہ پر نازل ہوئی تھی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادہ ابراہیمؓ چند ماہ کے تھے۔ ان کی وفات ۱۰ سنہ ہجری میں ہو گئی۔ ان کی وفات کے موقعہ پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

لَوْ عَاشَ لَكَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا۔ (ابن ماجہ)

کہ اگر ابراہیم زندہ رہتا، فوت نہ ہو جاتا تو وہ یقیناً صدیق نبی ہوتا۔

قارئین کے لئے یہ امر فیصلہ کن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت خاتم النبیین کے نزول کے بعد صاحبزادہ ابراہیمؓ کے لئے امکانِ نبوت کو تسلیم فرمایا ہے صرف ان کی وفات کو اس میں روک قرار دیا ہے۔

پس خلاصہ یہ ہے کہ آیت خاتم النبیین ہر پہلو سے افضلیت پر دلالت کرتی ہے۔ اپنے ذاتی ارتقاء اور مرتبہ کے لحاظ سے بھی، اپنی تاثیراتِ قدسیہ کے لحاظ سے بھی اور امت میں فیوض و برکات کے جاری رہنے کے

اللھم صل علی محمد و آل محمد و بارک و سلم انک حمید مجید

خاتم النّبیّین کے حقیقی معنے افضل اور اکمل ہیں!

(محترم جناب چودھری محمّد شریف صاحب فاضل مبلّغ بلاد عربیّہ وگیمبیا افریقہ)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید سورہ احزاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ارشاد فرمایا ہے مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝ (آیت ۴۰)

اس آیتِ کریمہ میں آپ کا اسم مبارک (محمد) اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ کے دو مراتب یا القاب رَسُوْلُ اللّٰه اور خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ بھی درج ہیں۔

آیت کے پہلے حصّہ میں فرمایا گیا ہے کہ آپ (محمد) تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں یعنی آپ کے جسمانی طور پر کسی مرد کا باپ ہونے کی نفی کی گئی ہے۔ اس کے بعد اسی اُبُوّت کے ایک حصّہ یعنی رُوحانی اُبُوّت کو حرفِ استدراک لٰکِنْ (جو کسی غلطی یا غلط فہمی کے دُور کرنے کے لئے آتا ہے) کے بعد ذکر کیا گیا ہے اور وہ آپ کا رسول اللہ اور خاتم النبیین ہونا ہے۔

رَسُوْلُ اللّٰه (اللہ کا رسول) بھی مضاف و مضاف الیہ ہے اور خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (نبیوں کا خاتم) بھی مضاف و مضاف الیہ ہے۔ رسول اللہ کے معنی اور مطلب میں تو کسی کو اختلاف نہیں۔ قرآن شریف کے کئی مقامات میں آپ کی رسالت کا ذکر ہے خاتم النبیین صرف ایک ہی مرتبہ قرآن مجید میں وارد ہوا ہے (جو یہی آیت ہے) اور خَاتَم (اسم آلہ حسب قراءت مشہورہ) اور خَاتِم اسم فاعل (حسب قراءت غیر مشہورہ) جس مصدر (خَتْمٌ) سے نکلا ہے اس کا کوئی اور اشتقاق بھی بصورتِ ماضی (خَتَمَ) مضارع (يَخْتِمُ) یا مصدر (خَتْمٌ) نبی یا رسول (بصورت مفرد، تثنیہ یا جمع) کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یا کسی اور شخص کے لئے قرآن شریف میں استعمال نہیں ہوا!

زبانوں کا اشتراک و افتراق ایک واضح بات ہے۔ کچھ زبانیں اصل زبانیں تجویز کی گئی ہیں اور کچھ ان کی بگڑی ہوئی حالتیں یا بہت سی زبانوں کا مجموعہ۔ ہمارے مُلک کی اُردو زبان بھی ان زبانوں میں سے ایک ہے جو اپنے ارد گرد کی زبانوں عربی، فارسی، انگریزی، سنسکرت اور ہندی اور ان کے بہت سے لہجات سے تیار کی گئی اور تیار ہو رہی ہے اور اس تشکیلِ زبان میں بعض الفاظ اپنے اصل معانی کو چھوڑ کر نئے معانی میں مستعمل ہو گئے ہیں۔ مثلاً مَكْر عربی زبان کا لفظ ہے اور قرآن مجید میں (خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ)

اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے استعمال فرمایا ہے۔ عربی زبان
میں اس کے کچھ اور معنی ہیں اور اردو میں یہ دغابازی اور
فریب کا ہم معنی لفظ بن گیا ہے۔ خَتْمٌ کا لفظ بھی
عربی زبان کا لفظ ہے لیکن اردو اور فارسی زبان میں
اس کے وہ معنی نہیں جو عربی زبان میں اس کے اصل
معنی ہیں۔ مثلاً خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ کا اردو
ترجمہ قرآن شریف کے سب اردو تراجم میں ـــــ

"اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں پر مُہر لگادی ہے"

کیا جاتا ہے۔ کوئی مترجم بھی اس کے یہ معنی نہیں کرتا کہ
اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ختم کر دیا ہے یا بند کر دیا
ہے یا دلوں کی حرکت بند کر دی ہے۔ کیونکہ ہر ایک
مترجم کو یہ علم ہے کہ یہ ختم عربی لفظ ہے اسلئے
اس کے وہی معنی اردو اور فارسی میں کئے جائیں گے
جو عربی میں ہیں۔ محض اشتراک لفظی کی وجہ سے عربی لفظ
کے معنی بدلے نہیں جا سکتے۔ ایک اردو بولنے والا یہ
تو کہہ دے گا کہ میں نے کھانا ختم کر لیا ہے مگر کوئی عرب
کبھی بھی خَتَمْتُ الطَّعَامَ نہیں کہے گا۔ ایک فارسی
یا اردو لکھنے والا ایک کتاب ختم ہو جانے پر اس کے
آخر میں "تمت شد" لکھ دے گا مگر ایک عرب اس
حقیقت کو تَمَّ یا اِنْتَهٰى کے الفاظ میں درج
کرے گا۔ خُتِمَ الْكِتَابُ یا اِخْتَتَمَ الْكِتَابُ
ہرگز ہرگز نہیں لکھے گا۔ پس خاتم النبیین کے معنی
بھی اسی اصل کو مدنظر رکھ کر کئے جائیں گے اور اس
کے صحیح معنی وہی ہوں گے جو عربی زبان میں ہوں گے۔

خاتم النبیین کے کیا معنی ہیں؟ ہر ایک
عقلمند ایسی ہی تراکیب عربی کتب میں خَاتَمُ
المحدثین، خاتم المفسرین، خاتم
الشعراء، خاتم الاولیاء، خاتم الاوصیاء،
خاتمۃ المجددین، خاتم المخلوقات،
وغیرہ دیکھ کر سمجھ سکتا ہے کہ جب خاتم کا لفظ کسی جماعت
یا طبقہ یا گروہ یا منصب کی طرف مضاف ہو تو اس
کے معنی اس جماعت، طبقہ، گروہ یا منصب کے
اعلیٰ و اکمل و افضل فرد کے ہوتے ہیں۔ جس کا
نہ پہلے کوئی نظیر ہو اور نہ آئندہ کوئی اس مرتبہ و شان
کا ہونے والا ہو۔ یہ معنی ہرگز ہرگز نہیں ہوتے کہ
وہ جماعت، طبقہ، گروہ یا منصب ناپید ہو جائیگا
یا آئندہ کوئی محدث، مفسر، فقیہہ، شاعر، مجدد یا
ولی پیدا نہ ہوگا۔ اور یہی وہ حقیقت ہے جس کا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں ذکر فرمایا ہے:۔

"کنتُ خاتم النبیین و آدم
لمنجدلٌ بین الماء والطین"

کہ ابھی آدم علیہ السلام کی مٹی اور پانی سے پیدائش
بھی مکمل نہیں ہوئی تھی کہ میں خاتم النبیین تھا۔ اگر
خاتم النبیین کا عربی زبان کے لحاظ سے یہ مفہوم ہوتا
کہ سلسلۂ نبوت کو ہی ختم کر دینے والا۔ تو کوئی نبی بھی دنیا
میں مبعوث نہ ہوتا۔ کیونکہ خاتم النبیینؐ تو سب سے
پہلے موجود تھے پھر دوسرے انبیاء کے دنیا میں مبعوث
ہونے کے کیا معنی اور کیا مطلب؟

خاتم النبیین کے معنی کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اور حدیث سے بھی وضاحت ہوتی ہے۔ امام جلال الدین السیوطیؒ (۸۴۹-۹۱۱ھ) اپنی مؤلفہ کتاب مجموعہ جملہ احادیث نبویہ (جمع الجوامع) میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مندرجہ ذیل حدیث بحوالہ الشاشی اور ابن عساکر از ابی حازم مرفوع اور از ابن شہاب مرسل درج کرتے ہیں:-

" اِطْمَئِنَّ یَا عَمِّ، فَاِنَّكَ خَاتَمُ الْمُهَاجِرِیْنَ فِی الْهِجْرَةِ كَمَا اَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ فِی النُّبُوَّةِ "

(حدیث ۳۴۱۷/۵۹ باب الالف: الھمزة مع الطاء طبع مصر ۱۳۹۲ھ)

" اے میرے چچا (عباسؓ) آپ ہجرت میں خاتم المہاجرین ہیں اور میں نبوت میں خاتم النبیین ہوں۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے واضح ہے کہ خاتم المہاجرین کے معنی مہاجرین میں سے اعلیٰ درجہ وا **افضل** واکمل مہاجر کے ہی ہیں۔ (**الفرقان**۔ مہاجرین از مکہ یا بعد کے مہاجرین کی تخصیص کسی نص کی وجہ سے کردی جائے تو ہوسکتی ہے مگر چونکہ بطور تعریف خاتم المہاجرین کا لفظ استعمال ہوا ہے اسلئے اس کے معنے افضل المہاجرین کے ہی ہوں گے)۔ اسی طرح خاتم النبیین کے معنی بھی اسی کے مطابق ہوں گے۔ یہ تو ہرگز مراد نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں مہاجرین فی سبیل اللہ کے فضائل بھی بیان فرماتے اور بوقت ضرورت ہجرت کا حکم بھی دے اور آج تک ہجرتیں بھی ہوتی رہیں اور کوئی یہ کہدے کہ ہجرت ختم ہوچکی! اب کوئی مہاجر نہ ہوگا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا جان حضرت عباسؓ کو خاتم المہاجرین کا لقب عطا فرما دیا ہے۔!

مکرر غور کرنا چاہیئے کہ افصح الفصحاء کا یہ ارشاد ہے کسی عجمی کا قول نہیں۔ ہجرت کے متعلق آپؐ نے جو الفاظ استعمال فرمائے ہیں وہی الفاظ نبوت کے متعلق فرمائے ہیں۔ اور جیسے آپؐ نے اپنے چچا کے متعلق خاتم المہاجرین فرمایا ہے، اپنے متعلق خاتم النبیین فرمایا ہے۔ پھر دونوں کے معانی میں کس طرح اختلاف ہوسکتا ہے[1]؟

ایسے ہی امام جلال الدین السیوطیؒ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک یہ حدیث بھی جمع الجوامع میں بحوالہ مسند ابن شیبة، کامل ابن عدی، شعب الایمان دارقطنی نقل کی ہے:-

" اُعْطِیْتُ فَوَاتِحَ الْكَلِمِ وَجَوَامِعَهٗ وَخَوَاتِمَهٗ "

(حدیث ۳۵۲۴/۸۶ باب الالف، الھمزة مع العین مطبوعہ مصر ۱۳۹۰ھ)

کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فواتح (جمع فاتحة) الکلم

---

[1] الفرقان:- تفسیر صافی صفحہ ۱۱ پر مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو فرمایا کہ میں خاتم الانبیاء ہوں اور اے علیؓ! تو خاتم الاولیاء ہے۔ اس حدیث سے بھی وضاحت ہوجاتی ہے۔

(جمع کلمة یعنی کلمات) جوامع (جمع جامعة) الکلم اور خواتم (جمع خاتمة) الکلم عطا کیے گئے ہیں۔

اب اگر اس ارشاد کا یہ مطلب سمجھا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی فواتح الکلمات ملے تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ آپؐ سے پہلے سب لوگ گونگے تھے اور آپؐ سے پہلے کسی نے کوئی بات نہیں کی۔ اور آپؐ کے بعد اب کوئی بولے گا ہی نہیں تو یہ معنی کس قدر دُور از حقیقت ہوں گے! کیونکہ قلمیں بھی اب تک چل رہی ہیں نظمیں بھی اب تک نشر ہو رہی ہیں' اہلِ زبان کی بھی کمی نہیں' ائمہ مساجد بھی کم از کم ہر جمعہ کے روز منبروں پر جواہر خطبات بکھیرتے رہتے ہیں، ہزار ہا کتابیں اور رسائل بھی روزانہ شائع ہو رہے ہیں پس اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبِ خواتم الکلم ہونے کے بعد کلمات (یعنی باتیں) آج تک بند نہیں ہوئے بلکہ اس قدر کلام ہو رہا ہے کہ عمل اس کے مقابلہ میں کالعدم ہو گیا ہے، اور آپؐ کے فواتح الکلم' جوامع الکلم اور خواتم الکلم ان میں خارج نہیں بلکہ ان کی شان روز بروز زیادہ چمکتی جا رہی ہے تو خاتم النبیّین کے معنی بھی اسی کے مطابق یہی ہیں کہ ہر ایک نبوّت آپؐ کی تابع ہے اور آپؐ کی علوِّ شان کو کوئی فردِ بشر نہیں پہنچ سکتا سلسلۂ نبوّت کا انقطاع ہرگز مراد نہیں۔ اور یہی مذہب رئیس المتصوفین صاحب فتوحاتِ مکیہ حضرت ابن العربیؒ اور دیگر اکابرِ ملّتِ اسلامیہ رضی اللہ عنہم کا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ حضرت سیّد عبد القادر جیلانیؒ کے ارشاد

کہ اگر تو ان کے بیان کردہ مراتبِ سلوک کو طے کر لے تو "بِلَکَ تُخْتَمُ الْوِلَایَةُ" (فتوح الغیب مقالہ ۱۶) کا ترجمہ اُردو زبان میں بہ الفاظِ ذیل ندائے غیب ترجمہ فتوح الغیب مطبوعہ لاہور میں کیا گیا ہے:-

"کہ اگر تو ایسا عزّت دار ہو جائیگا
کہ تیری مثل کوئی نہ ہوگا اور
تُو یگانہ و تنہا پردۂ الٰہی میں
چُھپا لیا جائے گا۔ تیری مانند
اولیاءِ وقت بھی نہ ہو سکیں گے
بلکہ تُو اُس وقت ہر ایک رسول اور
نبی کا وارث ہو جائے گا۔ ولایتِ
کاملہ تجھ کو مل جائیگی" (ص۸۷)

اور شیخ عبد الحق محدّث دہلوی نے فارسی زبان میں اس کا یہ ترجمہ کیا ہے:-

"درزمانِ تو مرتبۂ ولایت وکمالات
تو فوقِ کمالات ہمہ باشد و
قدمِ تو بر گردنِ ہمہ افتد"
(فتوح الغیب مع ترجمہ فارسی)

پس خاتم النبیّین کے یہی معنے متعیّن ہوتے ہیں کہ آپؐ جملہ انبیاء سے افضل و اکمل ہیں اور آپؐ [illegible] ہمیشہ جاری [illegible] وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

محمدؐ ہست برہانِ محمدؐ

(سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قلم مبارک سے)

عجب نوریست در جانِ محمدؐ　　عجب لعلیست در کانِ محمدؐ

ز ظلمتہا دلے آنگہ شود صاف　　کہ گردد از محبّانِ محمدؐ

عجب دارم دلِ آں ناکساں را　　کہ رُو تابند از خوانِ محمدؐ

ندانم ہیچ نفسے در دو عالم　　کہ دارد شوکت و شانِ محمدؐ

خدا زاں سینہ بیزار است صد بار　　کہ ہست از کینہ دارانِ محمدؐ

خدا خود سوزد آں کرمِ دنی را　　کہ باشد از عدوّانِ محمدؐ

اگر خواہی نجات از مستیٔ نفس　　بیا در ذیلِ مستانِ محمدؐ

اگر خواہی کہ حق گوید ثنایت　　بشو از دل ثنا خوانِ محمدؐ

اگر خواہی دلیلے عاشقش باش　　محمدؐ ہست بُرہانِ محمدؐ

سرے دارم فدائے خاکِ احمدؐ　　دلم ہر وقت قربانِ محمدؐ

بگیسوئے رسول اللہ کہ ہستم　　نثارِ رُوئے تابانِ محمدؐ

دریں رہ گر کشندم ور بسوزند　　نتابم رُو ز ایوانِ محمدؐ

بکارِ دیں نترسم از جہانے　　کہ دارم رنگِ ایمانِ محمدؐ

بسے سہل است از دُنیا بُریدن　　بیادِ حُسن و احسانِ محمدؐ

فدا شد در رہش ہر ذرّۂ من　　کہ دیدم حُسنِ پنہانِ محمدؐ

دگر اُستاد را نامے ندانم　　کہ خواندم در دبستانِ محمدؐ

(آئینہ کمالاتِ اسلام صـ ۱۸۹۳ء)

شانِ تاج المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

سیدنا حضرت مہدی معہود علیہ السلام کا پاکیزہ کلام

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نورِ سارا
نام اس ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے

سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر
لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے

پہلوں سے خوب تر ہے خوبی میں اک قمر ہے
اس پر ہر اک نظر ہے بدر الدجیٰ یہی ہے

وہ آج شاہِ دیں ہے وہ تاج مرسلیں ہے
وہ طیب و امیں ہے اس کی ثنا یہی ہے

حق سے جو حکم آئے اُس نے وہ کر دکھائے
جو راز تھے بتائے نعم العطا یہی ہے

آنکھ اُس کی دُوربیں ہے دل یار سے قریں ہے
ہاتھوں میں شمعِ دیں ہے عین الضیا یہی ہے

جو رازِ دیں تھے بھارے اس نے بتائے سارے
دولت کا دینے والا فرماں روا یہی ہے

اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی مَیں ہوا ہوں
وہ ہے مَیں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

وہ دلبرِ یگانہ علموں کا ہے خزانہ
باقی ہے سب فسانہ سچ بے خطا یہی ہے

سب ہم نے اس سے پایا شاہد ہے تُو خدایا
وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے

(درثمین اردو)

دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیںؐ

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کا خطاب

مومنوں پر کفر کا کرتا گماں
ہے یہ کیا ایمان داروں کا نشاں
ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیںؐ
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
دے چکے دل اب تنِ خاکی رہا
ہے یہی خواہش کہ ہو وہ بھی فدا
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب
سخت شورے اوفتاد اندر زمیں
رحم کن بر خلق اے جاں آفریں

(درثمین اردو)

محمدؐ پر ہماری جاں فدا ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی الحاج مرزا بشیر الدین محمود احمد رضی اللہ عنہ کا عاشقانہ کلام

محمدؐ پر ہماری جاں فدا ہے
کہ وہ کوئے صنم کا رہنما ہے
مجھے اس بات پر ہے فخر محمود
مرا معشوق محبوبِ خدا ہے
سنو اے دشمنانِ دینِ احمدؐ
نتیجہ بد زبانی کا برا ہے
محمدؐ جو ہمارا پیشوا ہے
محمدؐ جو کہ محبوبِ خدا ہے
ہو اس کے نام پر قربان سب کچھ
کہ وہ شاہنشہِ ہر دو سرا ہے
اسی سے میرا دل پاتا ہے تسکیں
وہی آرام میری روح کا ہے
خدا کو اس سے مل کر ہم نے پایا
وہی اک راہِ دیں کا رہنما ہے

(کلام محمودؓ)

فضیلت سیّد خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم

(محترم حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر لائل پور)
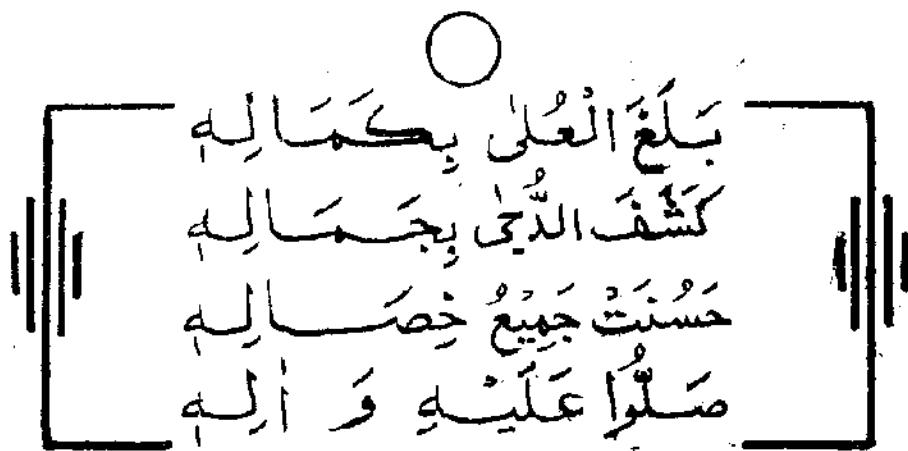
حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کے متعلق ایک ایسی حسابی دلیل بیان فرمائی ہے جس کی مثال کسی اور جگہ نہیں پائی جاتی وہ دلیل یہ ہے کہ زمین کی گولائی اور محوری گردش کی وجہ سے دن اور رات کا ظہور ہوتا ہے اور ہر لحہ وقت تبدیل ہوتا رہتا ہے یعنی زمین کے ایک حصے پر اگر فجر کی نماز کا وقت ہوتا ہے تو دوسرے حصے پر اسی آن ظہر یا عصر یا مغرب یا عشاء کی نماز کا وقت ہوتا ہے اور چونکہ مسلمان اس رُبع مسکون پر تقریباً ہر جگہ آباد ہیں تو یہ امر بالکل واضح ہے کہ کوئی لمحہ دن اور رات کا ایسا نہیں جبکہ کسی نہ کسی جگہ نماز ادا نہ ہو رہی ہو۔ بالفاظِ دیگر حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر درُود نہ بھیجا جا رہا ہو — نتیجہ یہ کہ آغازِ اسلام سے اب تک اور اب سے تا یوم النشور کوئی لمحہ ایسا نہیں جس میں حضورؐ پر برکات کے نزول کی دعا جاری نہ ہو۔ اس قدر کثیر دعا کسی اور کے لئے نہ ہوئی ہے نہ ہونی متصور ہے۔ اس لحاظ سے حضورؐ کی فضیلت ایک حسابی صداقت کی طرح اظہر من الشمس ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ علیٰ مُحَمَّدٍ۔

مندرجہ ذیل اشعار میں اس دلیل کو منظوم کیا گیا ہے۔ (مظہر)

ستائش کنم شاہِ لولاک را　　　کہ عرشی کُند ذرّۂ خاک را

بوصفش رسائی نہ ادراک را　　　نہ اندیشۂ چست و چالاک را

بُوَد بر سرِ عرشِ ربّ الانام
ورا لحظہ لحظہ فرا تر مقام

بگردا رباغِ ہمیشہ بہار　　　دما دم دہد نَو بہ نَو برگ و بار

بجہاں یار اُو دیگراں شہریار　　　شریعت ازو شُد ابد پائدار

کہ چنداں کہ چیزے بُود سُود مند
بگیتی بُود آں قدر ارجمند

چو بر گردِ خورشید گردد زمیں　　ہمہ وقت تغییرِ ساعات ہیں
چو اسلامیاں اندر ہر جا مکیں　　بہر لمحہ وقتِ نمازے گزیں

درآں تا قیامت زہِ دِ وجود
پیاپے رسد بر محمدؐ درُود

زِ دارا الاماں تا باقصائے روم[1]　　بہ امریکہ یورپ بہر مرز و بوم
بہ خشک و تر و ہم بہ ریگ و سموم　　بہ صرفِ نظر از خصوص و عموم

بنامِ محمدؐ جہاں پُر کنیم
ز گلبانگ ہائے اذاں پُر کنیم

بہ پست و بلند و بہ شیب و فراز　　بہر لمحہ آید چو وقتِ نماز
بہ راز و نیاز و بہ سوز و گداز　　درُودے بہ جانش رسانیم باز

ببارد بر و رحمتِ کردگار
بروں از حسابِ فزوں از شمار

بہ لیل و نہار و بہ بامؔ بہ شام　　دمادم، پیاپے، مسلسل، مدام
زِ ہر گوشۂ رُبعِ مسکون تمام　　رسد بر محمدؐ درُود و سلام

فضیلت دلیلِ حسابی شدُست
کہ نورِ نبیؐ آفتابی[2] شدُست

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ
کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ
صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ

---

[1] بام، صبح۔ [2] آفتابی شدن۔ عالم آشکارا و رخوب ظاہر ہو جانا۔

خاتم الانبیاءؐ ہمارے ہیں!

(جناب طارق مسعود شبلی)

دیں کے لشکر میں چل رہے ہیں ہم
دل جہاں کے بدل رہے ہیں ہم
ظلمتِ دل مٹا کے چھوڑیں گے
مثلِ خورشید جل رہے ہیں ہم
علم پھیلا رہے ہیں دُنیا میں
کیا خزانے اُگل رہے ہیں ہم
ہم کو الزامِ گمرہی مت دو
لے کے قرآن چل رہے ہیں ہم
ہم تو اُبھرے ہیں آفتاب سے لئے
کون کہتا ہے ڈھل رہے ہیں ہم
ہم کو مُسلِم کوئی کہے نہ کہے
کُفر کا سر کچل رہے ہیں ہم
رَبَّنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّار
تیرے سائے میں پل رہے ہیں ہم
خدمتِ دیں کی دُھن لئے شبلی
گھر سے باہر نکل رہے ہیں ہم

خاتم الانبیاءؐ ہمارے ہیں
جن کی راہوں پہ چل رہے ہیں ہم

النبیّ الخاتم صلی اللہ علیہ وسلم

(جناب محمد عثمان الصدیقی)

فَیضُ النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ مِّنْ بَعْدِہٖ ۔ بِنُبُوَّۃٍ جَارٍ عَلَی الْاِنْسَانِ

ھُوَ خَاتَمٌ لِلْاَنْبِیَاءِ جَمِیْعِھِمْ ۔ وَلَقَدْ عَلِمْنَاہُ مِنَ الْقُرْآنِ

خَتْمُ النُّبُوَّۃِ اِنَّمَا تَصْدِیْقُھَا ۔ قَدْ بَیَّنَ الْقُرْآنُ بِالْبُرْھَانِ

فِیْ سُوْرَۃِ الْاَحْزَابِ جَاءَ بَیَانُہٗ ۔ فَاقْرَئْہُ ثُمَّ اقْرَئْہُ بِالْاِمْعَانِ

ھُوَ خَاتَمٌ، لَّا خَاتِمٌ لِّنُبُوَّۃٍ ۔ کَیْفَ وَمَا فِیْہِ سِوَی الْحِرْمَانِ

وَسُدُوْدُھَا عِنْدَ انْتِشَارِ ضَلَالَۃٍ ۔ فِیْ اُمَّۃٍ، نَوْعٌ مِّنَ الْخُسْرَانِ

بِکَمَالِ طَاعَتِہٖ النُّبُوَّۃُ بَعْدَہٗ ۔ اَمْرٌ بِّلَا شَکٍّ مِّنَ الْاِمْکَانِ

اَمَّا انْقِطَاعُ نُبُوَّۃٍ وَّ اِبَاءُھَا ۔ فِیْ نِعْمَۃِ اللّٰہِ مِنَ الْکُفْرَانِ

خَتْمُ النُّبُوَّۃِ مَا انْسِدَادُ نُبُوَّۃٍ ۔ بَلْ اِنَّہُ التَّصْدِیْقُ فِی الْجَرَیَانِ

مِنْ کُلِّ اِنْسَانٍ فُیُوْضُ مُحَمَّدٍ ۔ کَثُرَتْ وَمَا فِیْھَا مِنَ النُّقْصَانِ

ھُوَ فِیْ مُقَامِ نُبُوَّۃٍ وَّ اِمَامَۃٍ ۔ فَاقَ الْجَمِیْعَ فَمَا لَہٗ مِنْ ثَانٍ

خَیْرَاتُ سَیِّدِنَا النَّبِیِّ الْمُصْطَفٰی ۔ بِفُیُوْضِھَا امْتَدَّتْ عَلَی الْاَزْمَانِ

وَعَلَا لَہٗ شَأْنُ النُّبُوَّۃِ قَدْرُ مَا ۔ ھُوَ فِیْہِ اَرْفَعُ غَیْرِہٖ فِی الشَّانِ

فِیْ دِیْنِنَا فَضْلُ النُّبُوَّۃِ ثَابِتٌ ۔ وَبِہٖ لَہٗ شَرَفٌ عَلَی الْاَدْیَانِ

اِنَّ الْعَقِیْدَۃَ بِانْتِفَاءِ نُبُوَّۃٍ ۔ فِیْ اُمَّۃٍ، زَعْمٌ مِّنَ الْبُطْلَانِ

فَنُبُوَّۃٌ وَّخِلَافَۃٌ مِّنْ بَعْدِھَا

فِی الدِّیْنِ ثَابِتَتَانِ جَارِیَتَانِ

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

(جناب ڈاکٹر راجہ نذیر احمد صاحب ظفر بی۔اے، ایل ایل بی)

محمدؐ مصطفٰے ہے مجتبیٰ ہے۔ محمدؐ پیشوا ہے مقتدیٰ ہے
محمدؐ رونقِ بزمِ دو عالم۔ محمدؐ زینتِ ہر دو سرا ہے

محمدؐ مخزنِ صدق و صفا ہے۔ محمدؐ معدنِ جود و عطا ہے
محمدؐ حسن کی بھی ابتدا ہے۔ محمدؐ عشق کی بھی انتہا ہے

محمدؐ مہروش ہے مہ لقا ہے۔ محمدؐ حاملِ مہر و وفا ہے
محمدؐ ہے فدائے حسنِ جاناں۔ محمدؐ روحِ تسلیم و رضا ہے

محمدؐ محرمِ ذاتِ یگانہ۔ محمدؐ حاملِ قولِ بلیٰ ہے
گیا ہے عرش پر کوئی بتاؤ۔ یہ رتبہ مصطفٰےؐ ہی کو ملا ہے

محمدؐ سا ہوا ہے اور نہ ہوگا۔ نبی ہے اور ختم الانبیاءؐ ہے
وہ جس کی شان ہے یٰسین و طٰہٰ۔ ثنا خواں جس کی ذاتِ کبریا ہے

یہی زندہ نبی ہے انبیاء میں۔ جسے حاصل ہمیشہ کی بقا ہے
دلوں پر لکھ دیا ہے جس نے قرآں۔ جسے لاکھوں نے ازبر کر لیا ہے

محمدؐ کی ادا صدیقؓ میں ہے۔ عمرؓ میں بھی وہی فرمانروا ہے
غنی عثمانؓ کو اس سے ملی ہے۔ علیؓ شیرِ خدا اس سے بنا ہے

اسی سے عبدِ قادرؒ غوثِ اعظم۔ نظام الدینؒ اشک آلود لیا ہے
علیؒ[1] نے گنج بخشی اس سے پائی۔ وہی باہوؒ کی ہو حق میں بسا ہے

یہیں پر بس نہیں اس کی تجلّی۔ مسیحا یعنی احمدؑ میرزا ہے
وہ احمدؑ جو محمدؐ کا ہے پرتو۔ وہ احمدؑ جو محمدؐ سے ہوا ہے

وہ احمدؑ جو محمدؐ پر فدا ہے۔ وہ احمدؑ جو محمدؐ میں فنا ہے
وہ احمدؑ جو کہ ہے ظلِّ محمدؐ۔ وہ احمدؑ جو بروزِ مصطفٰےؐ ہے

نبوت مصطفٰےؐ کی جب ہے جاری۔ ضرورت حضرت عیسٰیؑ کی کیا ہے؟
نہیں ممکن کہ ہو کوئی نبی اور۔ محمدؐ جبکہ ختم الانبیاء ہے

اسی کے فیض سے امت ہے کامل۔ محمدؐ اپنی امت کی بقا ہے
اسی سورج سے ہیں یہ چاند تارے۔ اسی کے نور سے ہر جا ضیا ہے

سحر دم پاک ربوہ کی فضا میں۔ بپا صلِّ علیٰ کا غلغلہ ہے
ظفرؔ سرمست ہے عشقِ نبیؐ میں۔ بھلا درکار اس کو اور کیا ہے؟

رخِ محبوب میرا روزِ روشن۔ مری شب یار کی زلفِ دوتا ہے
محمدؐ کی فقط اک آرزو ہے۔ دعا صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ ہے

---

[1] حضرت علی الہجویریؒ

شانِ ختمِ نبوّت کی عارفانہ تفسیر!

(حضرت مہدی معہودؑ کے مقدس الفاظ کی روشنی میں)

(جناب مولانا دوست محمّد صاحب شاہد)

تحریک احمدیّت کے قیام کا مقصد وحید خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی شانِ خاتمیت کا اپنی پوری شان اور شوکت کے ساتھ دنیا بھر میں اظہار ہے۔ چنانچہ مسلم سپین کے ممتاز عالم ربانی بے نظیر صوفی اور صاحب کشف و الہام بزرگ حضرت محی الدین ابن عربیؒ (۱۱۶۵ء — ۱۲۴۰ء) نے اپنی تفسیر میں یہ حیرت انگیز خبر دی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقامِ محمود مہدی معہود علیہ السلام ہی کے ذریعہ سے جلوہ نما ہوگا۔ فرماتے ہیں:۔

"عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ
مَقَامًا مَّحْمُوْدًا اَیْ فِیْ
مُقَامٍ یَجِبُ عَلَی الْکُلِّ حَمْدُہٗ
وَھُوَ مَقَامُ خَتْمِ الْوِلَایَۃِ
بِظُھُوْرِ الْمَھْدِیِّ۔"

(تفسیر ابن عربی جلد ۱ صفحہ ۳۸۲)

خدا کی شان! حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ علیہ السلام نے بعینہٖ یہی غرض وغایت اپنی بعثت کی بیان فرمائی ہے حضورؑ نے تحریر فرمایا کہ:۔

"ہمارا مدعا جس کے لئے خدا تعالیٰ نے ہمارے دل میں جوش ڈالا ہے یہی ہے کہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت قائم کی جائے جو ابد الآباد کے لئے خدا تعالےٰ نے قائم کی ہے اور تمام جھوٹی نبوتوں کو پاش پاش کر دیا جائے ..... غرض اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کو اسلئے قائم کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت اور عزّت کو دوبارہ قائم کریں۔" (ملفوظات جلد سوم صفحہ ۹۱، ۹۲)

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام پر مقامِ خاتمیتِ محمدیہ کے بارے میں جو عظیم الشان روحانی تجلیات ہوئیں اُن کے نتیجہ میں آپ کو حقیقتِ ختمِ نبوّت کے عرفان میں یقین اور معرفت کی فولادی چٹان پر کھڑا کر دیا گیا۔ خود فرماتے ہیں:۔

"مجھ پر اور میری جماعت پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں
مانتے یہ ہم پر افترائے عظیم ہے۔
ہم جس قوت، یقین، معرفت اور
بصیرت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء مانتے اور
یقین کرتے ہیں اس کا لاکھواں حصہ
بھی دوسرے لوگ نہیں مانتے اور
ان کا ایسا ظرف ہی نہیں ہے۔ وہ
اس حقیقت اور راز کو جو ختم نبوت
میں ہے سمجھتے ہی نہیں ہیں۔ انہوں نے
صرف باپ دادا سے ایک لفظ سنا ہوا
ہے مگر اس کی حقیقت سے بے خبر ہیں اور
نہیں جانتے کہ ختم نبوت کیا ہوتا ہے، اس
پر ایمان لانے کا مفہوم کیا ہے؟ مگر ہم
بصیرت تام سے (جس کو اللہ تعالیٰ بہتر
جانتا ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
خاتم الانبیاء یقین کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ
نے ہم پر ختم نبوت کی حقیقت کو ایسے
طور پر کھول دیا ہے کہ اس عرفان کے
شربت سے جو ہمیں پلایا گیا ہے ایک
خاص لذت پاتے ہیں جس کا اندازہ
کوئی نہیں کر سکتا بجز ان لوگوں کے
جو اس چشمہ سے سیراب ہوں۔"
(ملفوظات جلد اول ص ۳۴۲)

اس پس منظر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
فرزند جلیل مہدی معہود پر یہ انکشاف ہوا کہ:-
"قرآن شریف اور حضرت خاتم الانبیاء
صلعم ...... دونوں وہ دریائے
بے انتہاء ہیں کہ اگر تمام دنیا کے عاقل
اور فاضل ان کی تعریف کرتے رہیں
تب بھی حق تعریف کا ادا نہیں
ہو سکتا چہ جائیکہ مبالغہ تک نوبت
پہنچے۔" (مکتوب مبارک ۸ر نومبر ۱۸۸۳ء
مشمولہ مکتوبات احمدیہ جلد ۱ ص ۳)

مذکورہ بالا آسمانی انکشاف کی روشنی میں سیدنا
حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی کتب اور
ملفوظات میں مختلف پہلوؤں سے آیت خاتم النبیین
کی نہایت پُر معارف، وجد آفرین، اور روح پرور تفسیر
بیان فرمائی ہے جس سے نہ صرف آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے منصب خاتمیت، آپ کی زبردست قوتِ
قدسی، عالمگیر فیضان اور بے مثال برکات و تاثیرات کا
پتہ چلتا ہے بلکہ اس معرکۃ الآراء آیت کے بے شمار
اسرار، رموز اور حقائق تک پہنچنے کے لئے ایک خارق
عادت آسمانی نور فراست عطا ہوتا ہے اور خاتمیتِ
محمدیہ کے بحر ناپیدا کنار کی حیرت انگیز وسعتوں اور
عمیق در عمیق حکمتوں کا تصور کرنے میں بھاری مدد ملتی
ہے۔

جس طرح مہدی معہود علیہ السلام خاتم الانبیاء
ختم المرسلین امام الاصفیاء فخر النبیین جناب محمد مصطفےٰ
صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ترین فرزند ہیں اسی طرح

ختم نبوّت بھی مہدی موعودؑ کا محبوب ترین موضوع ہے جس پر آپؑ نے بڑی کثرت کے ساتھ روشنی ڈالی ہے اور قیامت تک آنے والے عشاقِ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے فکر و تحقیق کی غیر محدود راہیں روشن کی ہیں اور اس باب میں جو کچھ لکھا ہے حَکَمٌ عَدْلٌ کے منصب کی بناء پر لکھا ہے جو حرفِ آخر کی حیثیت رکھتا ہے۔

ذیل میں حضرت مہدی موعود علیہ السلام کی بیان فرمودہ تفسیر میں سے بطور نمونہ صرف ۱۷ معانی و مطالب ہدیۂ قارئین کئے جاتے ہیں:۔

۱۔ دلائل اور معرفت کا آخری مقام

"ختم نبوّت کو یوں سمجھ سکتے ہیں کہ جہاں پر دلائل اور معرفت طبعی طور پر ختم ہو جاتے ہیں وہ وہی حد ہے جس کو ختم نبوّت کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔"

(ملفوظات جلد اوّل ص۲۸۲)

۲۔ چشمۂ افادات

"ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چشمۂ افادات مانتے ہیں۔"

(ملفوظات جلد سوم ص۳۴)

"وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اس کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے وہ انسان نہیں ہے بلکہ ذریّتِ شیطان ہے۔ کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کنجی اس کو دی گئی ہے اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اس کو عطا کیا گیا ہے۔"

(حقیقۃ الوحی ص۱۱۶)

۳۔ افاضہ میں تمام نبیوں سے بڑھ کر

"ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ہمارے سیّد و مولیٰ (اس پر ہزار ہا سلام) اپنے افاضہ کے رُو سے تمام انبیاء سے سبقت لے گئے ہیں۔" (چشمۂ مسیحی ص۶۶-۶۷۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ ص۳۸۹)

۴۔ نبوّت کا مصدّق

"آپ کی مُہر کے بغیر کسی کی نبوّت کی تصدیق نہیں ہو سکتی۔ جب مُہر لگ جاتی ہے تو وہ کاغذ سند ہو جاتا ہے اور مصدّقہ سمجھا جاتا ہے اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مُہر اور تصدیق جس نبوّت پر نہ ہو وہ صحیح نہیں ہے۔"

(ملفوظات جلد سوم ص۳۴)

۵۔ فیض رساں مُہر

"وہ صاحبِ خاتم ہے۔ بجز اس کی مُہر کے کوئی فیض کسی کو نہیں پہنچ سکتا اور اس کی اُمت کے لئے قیامت تک مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ کا دروازہ کبھی بند نہ ہوگا۔" (حقیقۃ الوحی ص۲۸-۲۹)

۶۔ آخری شارع اور مستقل نبی

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ایک خاص فخر دیا گیا ہے کہ وہ ان معنوں سے خاتم الانبیاء ہیں کہ ایک تو تمام کمالاتِ نبوت اُن پر ختم ہیں اور دوسرے یہ کہ اُن کے بعد کوئی نئی شریعت لانے والا رسول نہیں اور نہ کوئی ایسا نبی ہے جو اُن کی اُمت سے باہر ہو۔ بلکہ ہر ایک کو جو شرفِ مکالمہ الٰہیہ ملتا ہے وہ انہی کے فیض اور انہی کی وساطت سے ملتا ہے اور وہ اُمتی کہلاتا ہے نہ کوئی مستقل نبی۔" (چشمہ معرفت ص۹)

۷۔ زندہ نبی

"کسی کے لئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لئے زندہ ہے اور اس کے ہمیشہ زندہ رہنے کیلئے خدا نے یہ بنیاد ڈالی ہے کہ اس کے افاضہ تشریعی اور روحانی کو قیامت تک جاری رکھا۔" (کشتی نوح ص۱۰)

۸۔ ابدی نبوّت کا حامل نبی

"ہمارے مخالف الرائے مسلمانوں نے یہی غلطی کھائی ہے کہ وہ ختمِ نبوت کی مُہر توڑ کر اسرائیلی نبی کو آسمان سے اُتارتے ہیں اور میں یہ کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسی اور آپ کی ابدی نبوت کا یہ ادنیٰ کرشمہ ہے کہ تیرہ سَو سال کے بعد بھی آپ ہی کی تربیت اور تعلیم سے مسیح موعود آپ کی اُمت میں وہی مُہرِ نبوت لیکر آیا ہے۔ اگر یہ عقیدہ کفر تو پھر میں اس کفر کو عزیز رکھتا ہوں۔" (ملفوظات جلد ہشتم ص۲۲۴)

۹۔ پہلی نبوّتوں کو بند کرنے والا

"اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں۔ شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہوسکتا ہے مگر وہی جو پہلے اُمتی ہو۔" (تجلیاتِ الٰہیہ ص۲۰)

۱۰۔ خیر المرسلین

"حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین و خیر المرسلین ہیں جن کے ہاتھ سے اکمالِ دین ہو چکا اور وہ نعمت بمرتبہ اتمام پہنچ چکی جس کے ذریعہ سے انسان راہِ راست کو اختیار کرکے خدا تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے۔" (ازالہ اوہام)

ہست او خیر الرسل خیر الانام ٭ ہر نبوت را بر و شد اختتام

۱۱۔ جامع کمالاتِ انبیاء

"ہمیں اللہ تعالیٰ نے وہ نبی دیا جو خاتم المؤمنین

خاتم العارفین اور خاتم النبیین ہے اور اسی طرح پر وہ کتاب اس پر نازل کی جو جامع الکتب اور خاتم الکتب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو خاتم النبیین ہیں اور آپ پر نبوت ختم ہو گئی تو یہ نبوت اس طرح پر ختم نہیں ہوئی جیسے کوئی گلا گھونٹ کر ختم کر دے۔ ایسا ختم قابل فخر نہیں ہوتا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے سے یہ مراد ہے کہ طبعی طور پر آپ پر کمالات نبوت ختم ہو گئے۔ یعنی وہ تمام کمالات متفرقہ جو آدم سے لے کر مسیح ابن مریم تک نبیوں کو دیئے گئے تھے کسی کو کوئی اور کسی کو کوئی وہ سب کے سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع کر دیئے گئے۔"

(ملفوظات جلد اول ص۳۴۱)

۱۲۔"جس کی امت عظیم استعدادوں کی حامل ہو"

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا یہ بھی ایک پہلو ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے اس امت میں بڑی بڑی استعدادیں رکھ دی ہیں یہاں تک کہ عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْل بھی حدیث میں آیا ہے۔ علماء عالم کی جمع ہے اور علم اس چیز کو کہتے ہیں جو یقینی اور قطعی ہو اور سچا علم قرآن شریف سے ملتا ہے۔"

(ملفوظات جلد اول ص۳۴۷-۳۴۸)

۱۳۔ روحانی ترقیات کا خاتم

"جسمانی طور پر جس قدر ترقیات آج تک ہوئی ہیں کیا وہ پہلے زمانوں میں تھیں؟ اسی طرح روحانی ترقیات کا سلسلہ ہے کہ ہوتے ہوتے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوا۔ خاتم النبیین کے یہی معنی ہیں۔" (ملفوظات جلد چہارم ص۲۱)

۱۴۔ ہر کمال کا خاتم

ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال
لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

(براہین احمدیہ جلد اول ص۱۱)

یعنی حضورؐ کے پاک نفس پر ہر کمال ختم ہو گیا اسلئے آپ پیغمبروں کا خاتم ہو گیا۔

۱۵۔ ہر نعمت کا خاتم

تَمَّتْ عَلَیْہِ صِفَاتُ کُلِّ مَزِیَّۃٍ
خُتِمَتْ بِہٖ نَعْمَاءُ کُلِّ زَمَانٍ

(آئینہ کمالات اسلام ص۵۹۳)

(ترجمہ) ہر قسم کے فضائل کی صفتیں آپؐ کے وجود میں اپنے کمال کو پہنچی ہوئی ہیں اور ہر زمانہ کی نعمتیں آپ پر ختم ہیں۔

۱۶۔ نبیوں کا باپ

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں

میں سے کسی کا باپ نہیں ہے مگر وہ رسول اللہ ہے اور خاتم الانبیاء ہے۔ اب ظاہر ہے کہ لٰکِنْ کا لفظ زبان عرب میں استدراک کے لئے آتا ہے یعنی تدارک مافات کے لئے۔ سو اس آیت کے پہلے حصے میں جو امر فوت شدہ قرار دیا گیا تھا یعنی جس کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے نفی کی گئی تھی وہ جسمانی طور سے کسی مرد کا باپ ہونا تھا۔ سو لٰکن کے لفظ کے ساتھ ایسے فوت شدہ امر کا اس طرح تدارک کیا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء ٹھہرایا گیا جس کے یہ معنی ہیں کہ آپؐ کے بعد براہ راست فیوض نبوت ختم ہوگئے اور اب کمال نبوت صرف اس شخص کو ملے گا جو اپنے اعمال پر اتباع نبوی کی مُہر رکھتا ہوگا۔"

(ریویو بر مباحثہ بٹالوی و چکڑالوی صث)

۱۷۔ نبی تراش

"اللہ جلشانہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحب خاتم بنایا یعنی آپؐ کو افاضۂ کمال کے لئے مُہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔ اسی وجہ سے آپؐ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا۔ یعنی آپؐ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے اور آپؐ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔"

(حقیقۃ الوحی ص۹۶ حاشیہ)

اللّٰھم صَلِّ وَسَلِّم علیہ و آلہٖ و صحابہٖ اجمعین و اٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین ٭

سراجًا منیرًا کا ایک لطیف پہلو۔ از ص۳۲

منور کرنیوالا سورج قرار دیکر اس حقیقت کا بھی انکشاف کیا گیا ہے کہ جس طرح سورج سے منوّر ہوکر طلوع ہونیوالا چاند مختلف اوقات میں طلوع ہوتے ہیں مگر چودھویں رات کا چاند "بدرِ کامل" مشرق سے سرِ شام طلوع ہوجاتا ہے ٹھیک اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منوّر ہوکر آنیوالے مجدّدین تو صدی کے مختلف حصوں میں مبعوث ہوسکتے ہیں مگر چودھویں صدی کا مجدّدِ کامل اور "بدر تام" جو مشرق سے آئیگا وہ اپنی صدی کے سر یعنی صدی کے شروع میں مبعوث ہوگا۔

سو اے لوگو! تم اس کی انتظار کرتے وقت موقع کو نہ کھو بیٹھنا یعنی اس کو چودھویں صدی کے نصف یا آخر میں نہ ڈھونڈتے رہنا۔ وہ موعود آچکا ہے۔ مبارک ہیں جو اسے قبول کریں ٭

سِرَاجًا مُّنِیْرًا کا ایک لطیف پہلو

(جناب سیّد احمد علی صاحب فاضل مربّی سلسلہ احمدیہ گوجرانوالہ)

قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو "سِرَاجًا مُّنِیْرًا" (احزاب ع۶) کہہ کر "سورج" سے تشبیہ دی گئی ہے اور پھر یہ بھی فرمایا ہے وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ○ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا (الشمس) یعنی آپ سورج ہیں اور چاند آپ کے پیچھے آئے گا کیونکہ "تَلٰهَا" کے معنی ہیں "تَبِعَهَا" (تفسیر جلالین مجتبائی صفحہ ۴۹۵، جامع البیان صفحہ ۴۹۳، تنویر المقیاس تفسیر ابن عباس صفحہ ۳۹۰) یعنی اس کے پیچھے چلا، اس کی پیروی کی جیسا کہ سورۂ ہود ع۲ کی آیت وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ میں بھی "يَتْبَعُهٗ" معنی کئے گئے ہیں (جلالین جامع البیان صفحہ ۱۷۹، بیضاوی جلد ۱ صفحہ ۳۷۲)۔

گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سورج کی طرح عالمِ روحانیت میں ذاتی روشنی والا اور اپنے متبعین کو نور سے منور کرنے والا قرار دیا گیا ہے۔

اور جس طرح مادی عالم میں ایک سورج ہے اسی طرح روحانی عالم میں بھی ایک سورج ہے۔ اور جس طرح مادی سورج سے روشنی اور نور لیکر چاند دنیا کو منور کرتا ہے ٹھیک اسی طرح روحانی عالم میں بھی ایک سورج ہے اور وہ سیدنا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جن سے روشنی لیکر ہر صدی کے سر پر آنے والے مجدّد بطور چاند دنیائے روحانیت میں روشنی پھیلانے کا کام کرتے رہے ہیں جیسا کہ حدیث مجدّد میں بیان کیا گیا ہے۔

اس اعتبار سے سِرَاجًا مُّنِیْرًا اور وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ○ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ○ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک عظیم خوبی اور اعلیٰ وصف کا ذکر کر کے تین اہم اور عظیم الشان امور کی طرف دنیا کی توجہ کو مبذول کرایا گیا ہے :-

امرِ اوّل

اگرچہ سورج سے روشنی لیکر چاند ہر رات کو طلوع ہوتا ہے مگر سب سے بڑا چاند چودھویں رات کا چاند ہوتا ہے جس کو "بدر" کہتے ہیں۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فیض رسانی سے اگرچہ ہر صدی میں مجدّد آئیں گے مگر سب سے بڑا مجدّد چودھویں صدی کا مجدّد ہے، جو سب سے بڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو دنیا میں پھیلانے اور قرآن کریم کی عظمت کو دنیا میں ظاہر کرنے کا موجب ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے آنے والے امام اور خلیفہ کو مہدی اور مسیح کے علاوہ حدیث (مسلم اور ابن ماجہ وغیرہ) میں "نبی" اور "امامکم منکم"

فرما کر اس کا "اُمتی نبی" ہونا ظاہر کیا گیا ہے (مشکوٰۃ ص۴۷۷)
اسی لئے ان پیشگوئیوں کے مطابق آنے والے موعود امام
سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اعلان فرمایا ہے:۔

(الف) "میرے لئے اس نعمت کا پانا ممکن نہ تھا
اگر میں اپنے سید و مولیٰ فخر الانبیاء اور
خیر الوریٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم
کے راہوں کی پیروی نہ کرتا۔ سو میں
نے جو کچھ پایا اُس پیروی سے پایا
اور میں اپنے سچے اور کامل علم سے جانتا
ہوں کہ کوئی انسان بجز پیروی اس نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا تک نہیں پہنچ
سکتا اور نہ معرفتِ کاملہ کا حصہ پا سکتا
ہے۔" (حقیقۃ الوحی ص۶۲)

(ب) "یہ شرف مجھے محض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی پیروی سے حاصل ہوا۔ اگر میں آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت نہ ہوتا اور
آپ کی پیروی نہ کرتا تو اگر دُنیا کے
تمام پہاڑوں کے برابر میرے اعمال
ہوتے تو پھر بھی میں کبھی یہ شرفِ مکالمہ
مخاطبہ ہرگز نہ پاتا۔"
(تجلیاتِ الٰہیہ ص۲۴-۲۵)

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سورج قرار دے کر آنحضورؐ کی اتباع اور غلامی میں ایک **"بدرِ کامل"** اور **"اُمتی نبی"** کی خبر دی گئی ہے۔ اور "یہ قوتِ قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی"۔ اس وصفِ کامل میں صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی یکتا اور یگانہ ہیں۔ وذٰلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء۔

امرِ دوم

جس طرح رات کو طلوع ہونے والے چاند **مختلف مقامات** سے طلوع ہوتے ہیں مگر چودھویں **رات کا چاند عین مشرق سے ظاہر ہوتا ہے۔** ٹھیک اُسی طرح رُوحانیت کے سورج سیدنا حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منوّر ہونے والے مختلف چاند بصورت مجدّد **مختلف مقامات** سے مبعوث ہوا کریں گے مگر آنحضورؐ کے "بدرِ کامل" اور "اُمتی نبی" کے مکہ معظمہ اور مدینہ منوّرہ کے **مشرقی جانب** سے مبعوث ہونے کی خبر دے دی گئی۔ جیسا کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث "شَرْقِیَّ دِمَشْقَ" اور "اَوْمَا بِیَدِہٖ اِلَی الْمَشْرِقِ" میں اس کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے (مسلم و ابن ماجہ بحوالہ مشکوٰۃ ص۴۷۲، ۴۷۹) چنانچہ ان پیشگوئیوں کے مطابق آنے والے امام ہمام علیہ السلام نے مشرق سے مبعوث ہو کر صاف اعلان فرمایا کہ ؎

از کلمۂ منارۂ شرقی عجب مدار
چوں خود ز مشرق است تجلّیِ نیّرم
(ازالہ اوہام ص۶۹ خورد۔ ص۱۵ کلاں)

امرِ سوم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو **"سراجِ منیر"**

(باقی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام انبیاء علیہم السلام پر فضیلت

(محترم جناب مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ صوبائی امیر سرگودھا)

شرفِ انسانی دو حصوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ خود شرف کو حاصل کرنا اور پھر دوسروں میں شرف کا پیدا کرنا یعنی حصولِ خیر اور افاضۂ خیر حصولِ خیر سے حسن پیدا ہوتا ہے اور افاضۂ خیر احسان کا نام ہے حسن و احسان دونوں جمع ہو جائیں تو حقیقی معنوں میں شرف حاصل ہوتا ہے۔

خدا کے نبیوں اور رسولوں میں یہ دونوں پہلو بدرجۂ کمال ہوتے ہیں لیکن یہ کمال انکی خداداد استعدادوں اور ان کے مفوّضہ کام کی وسعت اور اہمیت کے مطابق ہوتا ہے، استعدادیں بھی انہیں کام کے لحاظ سے ہی بخشی جاتی ہیں اور یہ خدا تعالیٰ کی رحمانیت کا تقاضا ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ
عَلٰى بَعْضٍ مِّنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ
اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ
(پارہ ۳ پہلی آیت)

یعنی یہ رسول ہیں جن میں سے بعض کو ہم نے بعض پر فضیلت دی۔ ان میں سے بعض ایسے تھے جن کے ساتھ اللہ نے شریعت کا کلام کیا اور بعض کے محض درجات بلند کئے (اور انہیں شریعت کا کلام نہ دیا گیا۔)

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء کے درجات میں بھی اللہ تعالیٰ نے فرق رکھا ہے اگرچہ اس لحاظ سے وہ سب ایک حیثیت کے ہیں کہ ان پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اگر کسی ایک پر بھی ایمان نہ رکھا جائے تو باقیوں کا بھی انکار ہو جاتا ہے لیکن ان سب کی استعدادیں الگ الگ تھیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمانیت نے جس کے لئے جو استعدادیں چاہیں دیں اور اسی کے مطابق اس کے کام سپرد کیا۔ اس طور سے حسن اور احسان میں سب الگ الگ تھے۔

ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے سب نبی ایک ایک قوم یا بستی کی طرف بھیجے گئے اور جب تک وہ قوم رہی یا جب تک ان میں دوسرا نبی نہ آیا اُس وقت تک اُن کا کام رہا۔ عاد قوم کی طرف حضرت ہودؑ آئے (اعراف آیت ۶۶) ثمود کی طرف حضرت صالحؑ (اعراف آیت ۷۴) مدین کی طرف حضرت شعیبؑ (اعراف آیت ۸۶) بنی اسرائیل کی طرف حضرت موسیٰؑ (بقرہ آیت ۵۴) اور آخر میں حضرت عیسیٰؑ (آل عمران آیت ۵۰) اور اسی طرح باقی تمام نبی بھی اپنی اپنی قوم

کی طرف آئے جو بعض دفعہ صرف چند ہزار افراد ہی ہوتے تھے اور بعض دفعہ چند لاکھ۔ ایک وقت کے بعد وہ قوم تباہ ہوکر ختم ہو جاتی یا اُن میں کوئی دوسرا نبی آجاتا تو ان کا کام بھی ختم ہو جاتا۔ گویا وہ نبوتیں قوم اور وقت دونوں کے لحاظ سے محدود تھیں اور ان کا دور ختم ہو جانے کے بعد نہ اُن کے حالات زندگی محفوظ رہے جو بعد میں اُسوہ کا کام دیتے۔ نہ ان کی قوتِ قدسی کا اثر قائم رہا جو پیروؤں کے ذریعہ ہی جاری وساری رہ سکتا ہے اور نہ تعلیم باقی رہی۔ بعض قومیں ایسی ہیں جن کے متعلق ہم سمجھتے ہیں کہ قرآن کریم کے ارشاد وَإِن مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ (فاطر آیت ۲۵) کے مطابق ان کے بانی نبی ہوں گے لیکن اس وقت ان کی کوئی الہامی کتاب موجود نہیں اور نہ ہی ان کے مستند حالات محفوظ ہیں جو اُسوہ بن سکیں، بلکہ محض فرضی کہانیاں رہ گئی ہیں۔ اہل ہنود ویدوں کو الہامی کتاب کے طور پر مانتے ہیں لیکن الہامی کتاب والی کوئی بات اُن میں موجود نہیں۔ ان کی تعداد چار بتائی جاتی ہے لیکن اس تعداد میں بھی اختلاف چلا آیا ہے ان میں سے اہم رگوید ہے جو صرف اشعار کا مجموعہ ہے اور دس حصوں میں منقسم ہے۔ ان اشعار میں آگ، ہوا، پانی، سورج، زمین وغیرہ کو دیوتے بنا کر ان سے دعائیں مانگی ہیں جو بہت ادنیٰ قسم کی ہیں اور اکثر اشعار میں بعض قدیم خاندانوں کے تذکرے ہیں۔ میں نے کچھ حصوں کا ترجمہ پڑھا ہے ان میں خدا کا نام کہیں نظر نہیں آتا، نہ اس کی صفات کا ذکر ہے۔ اسی وجہ سے ہندو مذہب بھی بدھ مذہب کی طرح سوائے رسومات کے مجموعہ کے اور کچھ نہیں۔ اہل ہنود میں شاید ہی کوئی ملے گا جس نے ویدوں کو دیکھا بھی ہو چہ جائیکہ ان کے کسی حصہ کو پڑھا ہو۔ ان کی زبان بھی بہت پرانی ہے جسے پنڈتوں میں سے بھی کم ہی کوئی جانتا ہے۔ عام اہل ہنود سے وہ قطعی پوشیدہ ہیں اور کوئی نہیں جانتا کہ ان میں کیا لکھا ہے اور وہ کسی مذہبی ضرورت کو پورا بھی کرتے ہیں یا نہیں۔

یہود و نصاریٰ کی کتب تورات و انجیل بھی اب مقصد کو پورا کرنے والی نہیں رہیں۔ جن نبیوں کو یہ دی گئی تھیں ان کی تعلیم غلط ملط کر دی گئی ہے۔ ان میں ایسی کہانیاں داخل کر دی گئی ہیں کہ اصل تعلیم کو ان سے الگ کرنا مشکل ہو گیا ہے۔ اور پھر وہ تعلیم تھی بھی صرف اُن قوموں کے لئے اور اُس وقت کے لئے۔ وہ الٰہیات کی تفصیل دینے سے عاجز ہے صفاتِ الٰہیہ کو بھی نہایت محدود رنگ میں بیان کرتی ہے۔ دینی و دنیوی مسائل کے حل کرنے کے لئے بھی سخت ناکافی ہے، صرف چند ایک اخلاقی ہدایتوں پر مشتمل ہے۔ نہ اُس زمانہ میں پیچیدہ مسائل پیدا ہوئے نہ اس میں ان کا حل ہے۔ خدائی کلام کی چمک اس میں سے ضائع ہو چکی ہے، جو تھوڑی سی کہیں موجود ہے وہ پردوں کے پیچھے چھپی ہوئی ہے اور انسانی نفس کے تزکیہ کے لئے قطعی ناکافی ہے۔ اس کی افادیت ختم ہو چکی ہے۔

ان کتابوں میں ان انبیاء کا اسوہ بھی بگڑ چکا

ہوا ہے۔ اُن کی طرف جھوٹ اور زنا جیسے قابلِ شرم گناہ منسوب کر دیئے گئے ہیں جو خدا کے اس پاک گروہ سے اعتماد کو اُٹھا دیتے ہیں اور انہیں قابلِ تقلید نہیں رہنے دیتے۔

پس سابقہ انبیاء کے متعلق اس وقت یہ صورت ہے کہ نہ ان کا اُسوہ باقی ہے، نہ تعلیم اور نہ ہی اُن کی قوتِ قدسی کا اثر۔ اگرچہ اپنے وقت میں اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ سب کچھ دیا تھا اور ان میں حضرت نوح، حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہم السلام جیسے جلیل القدر انبیاء بھی تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے بھی تھے جن کے ماننے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے لیکن ہمارے آقا و سردار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے پر اُن کے دَور ختم ہو گئے اور اُن کا افاضہ جاتا رہا۔ آپؐ کو بھیج کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اب ساری دُنیا اور تمام انسانوں کے لئے ایک ہی نبی ہوگا اور اس کا مبارک دَور دنیا کے آخر تک رہے گا اور اس کو ایسی تعلیم دی جائیگی جو ہر زمانہ میں ہر قسم کے انسانوں کی ضرورت کو پُورا کرے گی۔ اس میں کسی لحاظ سے کوئی کمی نہیں ہوگی اور وہ محفوظ بھی کامل طور پر رکھی جائے گی۔ اسکے علاوہ آپؐ کی زندگی اور اسوۂ حسنہ بھی نہایت مستند طور پر محفوظ رکھا جائے گا تا آنے والے اس سے پُورا فائدہ اُٹھاتے رہیں۔ اس کی قوتِ قدسیہ کا عظیم اثر بھی جاری و ساری رہے گا اور وہ بہتر سے بہتر انسان پیدا کرتی رہے گی۔ یہاں تک کہ مسیح موعودؑ جیسا عظیم القدر انسان بھی آپؐ کی اسی قوتِ قدسی کے نتیجہ میں ظاہر ہوگا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حُسن و احسان کا پُورا نقشہ کھینچنا کسی مادرزاد کا کام نہیں۔ اس خدائے عظیم نے آپؐ کو ہر رنگ میں حُسن بخشا۔ ایسا حُسن کہ اس جیسا نہ پہلے دُنیا میں کسی کو دیا گیا اور نہ آئندہ دیا جائے گا۔ اس کی معرفت و محبتِ الٰہی کو کمال تک پہنچا دیا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے خدا میں گم ہو گیا۔ اس کے قُرب کو وہ درجہ دیا کہ دُوئی باقی نہ رہی۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ۙ فَکَانَ
قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی ۚ
فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی ؕ

(نجم آیت ۹ تا ۱۱)

یعنی وہ (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) خدا سے ملنے کے لئے اس کے قریب ہوا اور خدا بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کے شوق میں اُوپر سے نیچے آیا اور وہ دونوں دو کمانوں کے متحدہ وتر کی شکل میں تبدیل ہو گئے اور ہوتے ہوتے اس سے بھی زیادہ قُرب کی صورت اختیار کر لی۔

بتائیے اس قرب کی کوئی مثال ہے!

اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اعلیٰ اخلاق بھی کمال کے عطا فرمایا۔ آپؐ کا عزم و استقلال جو ہمیشہ پہاڑ کی طرح مضبوط رہا اور اس میں کبھی لغزش نہ آئی۔ بڑے

سے بڑے مصائب آئے۔ پہاڑوں جیسی مشکلات نے آپؐ کے راستے میں حائل ہونا چاہا لیکن کوئی چیز بھی آپؐ کو اپنے مقصد کی طرف بڑھنے سے روک نہ سکی۔ آپؐ کا توکل بے مثال تھا۔ جب بھی کمر شکن حالات پیدا ہوئے آپؐ کی رُوح آستانۂ الٰہی پر گری رہی اور قوت چاہتی رہی۔ آپؐ کی خدا ترسی بھی بے مثال تھی۔ خدا کی عظمت کے سامنے ہمیشہ لرزاں و ترساں رہتے۔ جتنا زیادہ قرب آپؐ کو حاصل تھا اتنا ہی زیادہ اس میں خشکن آنے کا ڈر تھا۔ خدا کی شوکت و عظمت ہر وقت سامنے رہتی۔ آپؐ کی دعاؤں میں کمال عجز پایا جاتا ہے۔

آپؐ کی ہمدردیٔ مخلوق بھی نرالی شان رکھتی تھی۔ ان کے لئے ہر تکلیف برداشت کرنی منظور تھی۔ ہر قربانی آسان تھی۔ وقت، آرام، مال، جذبات غرضیکہ سب کچھ ان کے لئے وقف تھا۔ غریب سے غریب کے لئے بھی پیار اور غمگساری، ہر ضرورت مند کی ضرورت پُورا کرنے کی طرف توجہ، بڑوں اور چھوٹوں، امیروں اور غریبوں سب کے لئے رحمت و شفقت کے پر بچھائے ہوئے اور ان کو بچوں کی طرح نیچے سمیٹا ہوا۔ ماں بھی اپنے بچوں کی اس سے بہتر کیا نگہداشت اور پرورش کرے گی جو آپؐ نے کی۔ مخلوق کی ہمدردی نے آپؐ سے کیا کچھ قربان نہیں کروایا۔ یہ صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی حصہ تھا۔ نہ ان زحمت و شفقت سے نوکر اور غلام بھی خالی رہے۔ نہ عورتیں اور بچے، نہ امیر و غریب۔ آپ نے سب کو اپنے [illegible] میں سمیٹ لیا [illegible] گواہی غیر اللہ نے بھی دی۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ (توبہ آیت ۱۲۸)

یعنی تمہارے پاس تمہیں میں سے ایک رسول آیا ہے جس پر تمہارا تکلیف میں پڑنا بہت شاق گزرتا ہے اور وہ تمہارے لئے خیر کا بہت بھوکا ہے اور مومنوں کے ساتھ بہت محبت کرنے والا بہت کرم کرنے والا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کس خوبصورتی سے آپؐ کی شفقت و رأفت کا نقشہ کھینچا ہے۔ کسی کا تکلیف میں ہونا آپؐ پر کیسا گراں گزرتا اور آپؐ کے لئے اس کا برداشت کرنا کیسا مشکل ہو جاتا۔ جب تک اس تکلیف کے دُور کرنے کے لئے اسباب کے لحاظ سے اور دعاؤں کے لحاظ سے انتہائی کوشش نہ فرمالیتے آرام نہ کرتے۔ لوگوں کی خاطر راتوں کی نیند بھی حرام کر لی۔ اپنے ربّ کے حضور ہمیں ان کے لئے خیر و برکت مانگتے یہاں تک کہ اس خیر و برکت کی چادر نے سب کو اندر لے لیا۔ اس کی وسعت کا کچھ حساب نہ رہا۔ ہر ایک کی تکلیف آپؐ کو اپنی تکلیف محسوس ہوتی اور اس کے لئے درد و قلق پیدا ہوتا اور آپؐ کو اس کے لئے آستانۂ الٰہی پر گرا دیتا۔ کیا اس شفقت کی کوئی مثال مل سکتی ہے؟۔ اسی لئے خدا نے یہ بھی فرمایا وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (انبیاء آیت ۱۰۸) کہ تیرا وجود ہر زمانہ کے انسانوں کے لئے بطور رحمت ہے

دنیا کا کوئی انسان بھی خواہ وہ کسی وقت ہو آپؐ کی رحمت سے محروم نہیں ہوگا۔ آپؐ نے دنیا کے لئے اتنی دعائیں کر دی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان دعاؤں کو قبول فرماتے ہوئے ہر مستحق کی دستگیری تیری خاطر کرے گا، ہاں تیری غلامی ضروری ہے۔ آپؐ کا حلقہ پہلے نبیوں کی طرح ایک قوم نہیں ہوگی بلکہ ساری دنیا ہوگی اور قیامت تک ہر زمانے کے انسان ہوں گے۔ ان سب کے لئے تیرے فیوض جاری رہیں گے۔

آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے صبر کا خُلق بھی اعلیٰ درجہ کا دیا۔ ہر تنگی و ترشی پر صبر، دنیوی آسائشوں سے کمال علیحدگی اور بے نیازی، ہر تلخی پر راضی۔ خدا کی محبت ہی ہمیشہ کافی نظر آئی اور کسی اور چیز کی حاجت محسوس نہ ہوئی، جو کچھ وہ خود دینا چاہے دیدے۔ خدا کی رضا کی تلاش میں ہر سختی منظور کی اور وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ (رعد آیت ۲۳) کا صحیح نظارہ پیش فرمایا۔

یہ تو دو چار چیزوں کا ذکر کیا جا سکا ہے آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے اخلاقِ فاضلہ اور کاملہ کے ہر حصہ سے خوب نوازا اور پھر خود ہی فرمایا اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (قلم آیت ۵) کہ تو خُلقِ عظیم پر قائم کیا گیا ہے۔ جن اخلاق کو خدا عظیم کہے وہ ایک عاجز بندے کے احاطہ میں کہاں آسکتے ہیں۔ بس یہی کہا جا سکتا ہے کہ انسان میں جن جن چیزوں کو پیدا کرنا اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا ہے وہ سب کچھ اپنے انتہائی کمال پر اپنے اس برگزیدہ انسان کو دیا اور اسی لئے ایک حدیث قدسی میں فرمایا گیا کہ اگر میں نے تجھے نہ پیدا کرنا ہوتا تو میں دنیا اور آسمانوں کو ہی پیدا نہ کرتا۔ انسان کے اس معراج کو دیکھنے کے لئے ہی تو میں نے سب کچھ پیدا کیا۔ تیرے بغیر اس دنیا کو پیدا کرنا لاحاصل تھا۔ تو ہی دنیا کی زینت ہے اور اس کا خلاصہ اور روحِ رواں۔

آپؐ کے حُسن میں آپؐ کی **قوت قدسی** بھی تھی، یعنی پاکیزگی قلب۔ یہ نعمت بھی آپؐ کو اپنے کمال میں دی گئی۔ آپؐ کے وجود کا ایک ایک ذرہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں جل کر ہر کدورت سے پاک ہوگیا۔ کوئی رتی بھر کدورت بھی کسی حصہ میں نہ رہی۔ آپؐ کامل پاکیزگی سے بھر دیئے گئے۔ اس پاکیزگی کی عجیب چمک تھی۔ اس کی اتنی زبردست تاثیریں تھیں کہ گرد و پیش میں سب صحابہ رضی اللہ عنہم میں انقلاب برپا ہوگیا۔ وہ پہلے ہر قسم کے گناہوں میں مبتلا تھے لیکن ایسے پانیوں سے دھوئے گئے اور ایسے پاک کئے گئے کہ کسی بڑے سے بڑے نبی کی قوم میں یہ حالت تو کیا اس کا ہزارواں، بلکہ لاکھواں، بلکہ کروڑواں حصہ بھی نظر نہیں آتا۔ آپؐ کے پاس بیٹھنے والے گناہوں کی آلائشوں سے پاک ہو جاتے۔ گناہوں کے جو کام ان کی نظر میں محبوب تھے انہیں قابلِ نفرت دکھائی دینے لگے۔ شراب خوری، زنا، جنگ و جدل، عورتوں کی طرف رغبت، عیاشی انکی گھٹی میں رچی ہوئی تھی لیکن آپؐ کی صحبت نے عجیب کام کیا۔ وہ ان سب چیزوں سے الگ ہوگئے اور انہیں قابلِ نفرت سمجھنے لگے۔ پلید وجود پاک ہوگئے، آلائشوں والے دھوئے گئے، بدیوں میں مبتلا نیکیوں

کے عاشق بن گئے، شیطان کے پیچھے چلنے والے عباد الرحمٰن ہوگئے، دنیا کی محبت رکھنے والے خدا کی محبت میں فنا ہوگئے، جہالتوں سے بھرے ہوئے عارف باللہ ہوگئے، پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے۔ کیا دنیا اس کی کوئی مثال پیش کرسکتی ہے؟ ہرگز نہیں ہرگز نہیں موسیٰؑ کی قوم نے قدم قدم پر اُن کی نافرمانی کی عیسیٰؑ کی خاص قوم ۱۲ حواریوں پر مشتمل تھی ان میں سے بھی ایک نے رشوت لیکر آپ کو پکڑوا دیا اور دوسرے نے مصیبت کے وقت انکار کر دیا۔ کیا یہی اصلاح تھی جو اُن سے عمل میں آئی؟ کیا ہمارے پیارے آقا سے ان میں سے کسی کا کوئی مقابلہ ہے؟ اگر پھر بھی ان باقیوں کے پیرو اس عظیم الشان نبی کی شناخت سے محروم رہیں تو ان کی کتنی بدقسمتی ہے۔

آپؐ کی اس قوتِ قدسی نے صرف آپؐ کی زندگی میں ہی کرشمے نہیں دکھلائے بلکہ آپؐ کے بعد بھی اسکے اثرات عظیم طور سے جاری و ساری رہے۔ آپؐ کے غلاموں میں بڑے بڑے بزرگ اور اولیاء اللہ ہوئے جو آپؐ کی قائم مقامی میں چھوٹے پیمانے پر اصلاح و تعلیم کا کام کرتے رہے اور آپؐ کے لائے ہوئے دینِ اسلام کی حفاظت کرتے رہے۔ وہ اپنی یادیں بڑی عمدہ عمدہ کتابیں بھی چھوڑ گئے۔ ان سب لوگوں نے آپؐ کی قوتِ قدسی سے حصہ لیا۔ آخر میں آپؐ کے فرمانے کے مطابق مسیح موعود (علیہ السلام) بھی آیا جس نے آپؐ کی روحانی گود میں پرورش پاکر آپؐ کی قوتِ قدسی سے کامل حصہ لیا۔ وہ آپؐ کی محبت میں ایسا فنا ہوا کہ اُس کا اپنا کچھ بھی نہ رہا صرف اس کا آقا و مطاع و محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی رہ گیا۔ اسے آپؐ کی ظلیت کا کامل ترین مقام دیا گیا۔ اسکے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے حفاظتِ اسلام اور اصلاح و تعلیم کا بھی وہ کام لیا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور کو نصیب نہ ہوا تھا۔ اس کے آنے پر یہ بھی فرمایا گیا کہ آئندہ آپؐ کے برکات و فیوض کا وسیلہ مسیح موعودؑ ہی ہوگا ورنہ ایسی ظلیت رکھنے والے کے مقام کی بے ادبی تھی کہ اس عاشقِ رسولؐ کی وساطت کے بغیر بھی رسولؐ کا چہرہ نظر آسکتا ہے اور اس کی خوشنودی حاصل ہوسکتی ہے۔ لیکن اس قوتِ قدسی کی تاثیریں قیامت تک جاری و ساری رہیں گی اور ہر وقت اس کا منبع آپؐ کی ذات بابرکات ہی رہے گی۔

آپؐ کے حُسن میں آپؐ کا **نورِ فہم** بھی داخل تھا جو وہ بھی آپؐ کو بدرجہ اتم عطا کیا گیا۔ آپؐ اُن پڑھ تھے لیکن آپؐ نے علم و حکمت کے دریا بہا دیئے۔ آپؐ نے ایسی دانائی کی باتیں بتا دیں کہ وہ قیامت تک یاد رکھی جائیں گی اور لوگ ان سے لذت اور سرور حاصل کرتے رہیں گے۔ آپؐ کی وجہ سے آپؐ کے ماننے والوں کو بھی بڑے بڑے علوم کا وارث کیا گیا۔ کم و بیش ایک ہزار سال تک مسلمان مختلف علوم کے حامل رہے اگرچہ ان کے انحطاط کے بعد یورپین اقوام آگے نکل گئیں لیکن انہوں نے بھی بڑا اکتساب مسلمانوں کے علوم سے کیا۔

آپؐ کے حُسن کی یہ چند ایک جھلکیاں ہیں جن کو

نہایت مختصر طور پر اور نہایت درجہ کوتاہ انداز میں بیان کیا گیا ہے ورنہ آپؐ کی مبارک زندگی حُسن کے نظاروں سے بھری پڑی ہے اور ان کی بڑی بڑی خوبصورت اور لذیذ مثالیں ہیں لیکن اتنا مختصر مضمون ان کا حامل نہیں ہو سکتا۔

حُسن کے ساتھ آپؐ کے احسان کا پہلو ہے۔ حُسن کی شعاعیں جب دوسروں تک پہنچتی ہیں تو وہی احسان بھی بن جاتی ہیں۔ آپؐ کے نور اور آپؐ کے قُربِ الٰہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر ایک بےنظیر کلام قرآن مجید نازل فرمایا جو دُنیا پر سب سے بڑا احسان ہے۔ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ۙ فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی ۚ فَاَوْحٰۤی اِلٰی عَبْدِہٖ مَاۤ اَوْحٰی ۙ (نجم آیت ۹ تا ۱۱) میں اللہ تعالیٰ نے یہی بتایا ہے کہ اس انسان کے انتہائی قُربِ الٰہی کی وجہ سے اس کے اُوپر کلام بھی وہ نازل کیا گیا جس کی کوئی نظیر نہیں۔ اس کے سوا اَور کوئی انسان ایسے کلام کا حامل ہی نہیں ہو سکتا۔ کسی اَور کے قویٰ اسے برداشت ہی نہ کر سکتے تھے۔ ایسے کلام کے لئے ایسے نورانی قالب اور ایسے نورانی دل و دماغ کی ہی ضرورت تھی ––– کیونکہ جیسا کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ (نور آیت ۳۶) کہ اسی قسم کا نور (محمدؐ) ایسے نور (قرآن کریم) کا حقدار تھا۔

یہ کتاب (قرآن کریم) جو آپؐ پر نازل کی گئی اپنے اندر ایسی خوبیاں رکھتی ہے کہ باقی سب آسمانی کتابیں اس کے آگے ہیچ ٹھہرتی ہیں۔ اس میں خدا تعالیٰ کی صفات کا دریا رواں نظر آتا ہے۔ کبھی ایک صفت کا ذکر ہے کبھی دوسری کا کبھی تیسری کا۔ کوئی صفحہ نہیں جس میں صفاتِ الٰہیہ رواں دواں نظر نہ آئیں۔ یوں تو خدا تعالےٰ نے اپنی ذات کو انسانوں سے چھپایا ہوا ہے اور بڑے سے بڑے دانا کہلانے والے بھی ان پردوں کو اٹھا نہ سکے اور اندھیروں میں ہی زندگی گزار کر چلے گئے اور انہیں اللہ تعالیٰ کی شناخت نہ ہو سکی لیکن قرآن کریم پڑھنے والا اور اس پر غور و فکر کرنے والا اپنے رب کا چہرہ دیکھ لیتا ہے۔ اس کو پتہ چل جاتا ہے کہ انسان کہاں سے آیا ہے اور کہاں جائے گا اور اس کا مقصد کیا ہے اور کس طرح وہ اپنے رب کی نعمتوں سے ہر آن پرورش پا رہا ہے اور اپنے رب کے سوا اس کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔ آہستہ آہستہ وہ اپنے رب کی محبت کو پا لیتا ہے اور زندگی کے مقصد کو حاصل کر لیتا ہے۔ یہ مقصد اور کس جگہ سے مل سکتا ہے؟ یہ قرآن کریم کی ہی شان ہے کہ وہ اس محبوب خدا کے چہرہ پر سے پردے اٹھا کر اسے ہمارے سامنے لے آتا ہے۔

پھر قرآن کریم الٰہیات کے سارے مسائل کو خوب دلائل دے دیکر حل کرتا ہے۔ آخرت، جزا سزا، فرشتے، تقدیرِ الٰہی، الہامِ الٰہی اور دیگر امورِ غیبیہ کو ہمارے لئے قابلِ فہم بنا دیتا ہے۔ انبیاء کی شناخت کے سب اصول بتا دیتا ہے نیکی اور بدی کی تفریق بیان کر دیتا ہے۔ رضائے الٰہی کے حصول کے سب راستے واضح کر دیتا ہے۔ غرض انسان کی ہر مشکل کے وقت اس کے لئے چراغِ راہ کا کام دیتا ہے۔ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کتنا عظیم الشان احسان ہے کہ آپؐ کے ذریعہ ہمارے پاس وہ قرآن آیا جو قیامت تک انسانوں کو ہدایت دیتا رہیگا جبکہ باقی سب ہدایتیں بند ہو چکی ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ نے سب سابقہ نبیوں کے مقابلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان کو نہایت درجہ وسعت دی۔ اتنی وسعت کہ اس کا اندازہ بھی نہیں ہو سکتا۔ کروڑ در کروڑ انسان اس سے قیامت تک فیضیاب ہوتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سراج منیر بنا یا جیسا کہ وہ فرماتا ہے یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا۔ (احزاب آیت ۴۶ تا ۴۷)

یعنی اے نبی! ہم نے تجھے گواہ اور نگران بنا کر بھیجا ہے تو دنیا میں خدا کے وجود کی گواہی دیگا اور ان تک خدا کی صفات پہنچائیگا اور انکی نگرانی کریگا اور تو انسانوں کو نیک اعمال کے اچھے ثمرات کی بشارت دیگا اور بُرے اعمال کے بد نتائج سے انہیں آگاہ کرتا رہے گا اور انہیں اللہ کی طرف بُلاتا رہیگا۔ اور اُس نے خود ہی تمہیں اسکا اذن دیا ہے۔ تیری رہنمائی کے بغیر کسی کو خدا کہاں مل سکیگا اور تو دُنیا کو روشن کر دینے والا سورج ہوگا جس طرح مادی سورج دُنیا کے گوشے گوشے کو روشن اور گرم کرتا ہے اور قیامت تک کرتا چلا جائے گا اسی طرح تو بھی رُوحانی دنیا کو روشن رکھیگا اور روحانیت کا کوئی گوشہ تیری روشنی سے محروم نہیں رہیگا اور تو رُوحانی دنیا کو اللہ تعالیٰ کی محبت سے گرم رکھے گا اور کسی وقت بھی وہ اس گرمی سے محروم نہیں رہیگی۔ اگر تو نے نہ آنا ہوتا تو مادی سورج کو بھی پیدا نہ کیا جاتا۔ گویا اس کا وجود بھی تیرا ہی رہینِ منّت ہے اصل سورج تو ہی ہے اور کوئی نہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کے وسعتِ فیضان کو ایک جگہ ان الفاظ میں بیان فرماتا ہے:۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَّلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ۔

(سبا آیت ۲۹)

یعنی ہم نے تجھے دنیا کے تمام انسانوں کی ہر قسم کی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے کافی بنا کر بھیجا ہے تو انہیں وہ تمام باتیں بتائیگا جنکی انہیں دینی اور دنیوی ترقی کے لئے ضرورت ہوگی اور ان تمام خطرات سے آگاہ کریگا جو انکی ترقی کے راستے میں حائل ہونگے گویا تو ان کے لئے ایسا ہوگا جو ہاتھ پکڑ کر آگے سے آگے لے جانے والا ہو اور تیری دستگیری سے وہ کسی وقت بھی محروم نہیں ہونگے لیکن اکثر انسانوں کی یہ انتہائی بدقسمتی ہوگی کہ وہ تیری قدر و منزلت کو نہیں پہچانیں گے اور تجھ سے فائدہ نہیں اُٹھائیں گے۔

خلاصہ یہ کہ بیشک انبیائے کرام (علیہم السلام) بھی خدا کی طرف سے تھے اور اس کے سپرد کئے ہوئے کام کو پورا کرنے والے تھے اور اپنے اپنے وقت میں اُن کے اسوہ اور اُن کی قوتِ قدسی اور اُن کی تعلیم نے بھی پُورا کام کیا لیکن ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے وہ رفعت و عظمت عطا فرمائی کہ نہ آپ کے دلکش اسوۂ حسنہ کے ساتھ کسی کی کوئی نسبت رہی نہ آپ کی زبردست قوت قدسیہ کے ساتھ۔ اور نہ آپ کی روشن اور ہمہ گیر تعلیم کے ساتھ۔ آپ کا یہ حُسن اور احسان قیامت تک انسانوں کو لذّت بخشتا رہیگا۔ اور انکی رہنمائی اور دستگیری کرتا رہیگا۔ خدا کرے ساری دُنیا کو اس کی شناخت ہو اور وہ اندھیروں سے نجات پائیں۔ خدا کے اس پیارے پر زمین و آسمان کے سارے ذرّات کے برابر درود اور سلام ہو۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

النبی الخاتم صلی اللہ علیہ وسلم

(جناب چودھری شبیر احمد صاحب بی اے واقفِ زندگی)

اوّل و آخر سرورِ عالم　　ذاتِ محمدؐ نورِ مجسّم
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

ظلِّ الٰہی ہادیٔ کامل　　رحمتِ یزداں سیّدِ آدم
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

ساقیٔ کوثر داورِ محشر　　خلقِ خدا کا محسنِ اعظم
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

بستی بستی صحرا صحرا　　لہرایا توحید کا پرچم
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

حُسن و ادا میں ماہِ منوّر　　علم و عمل میں رہبرِ عالم
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

فقر پہ نازاں بہرِ غریباں　　شان میں لیکن فخرِ دو عالم
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

صدق و صفا میں شیرِ اصفیٰ　　جود و سخا میں قلزمِ قلزم
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

بہرِ خلائق اُسوۂ کامل　　قُربِ خدا میں ارفع و اکرم
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

فیضِ نبوت آپ کا جاری　　آپ ہی نبیوں کے ہیں خاتم
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

السّلام اے سرورِ کونین فخرِ کائناتؐ

(جناب آفتاب احمد صاحب بسمل ۔ کراچی)

السّلام اے سرورِ کونین فخرِ کائنات　　السّلام اے موجبِ تسکینِ دل جانِ حیات
باعثِ تخلیقِ عالم تیری با برکات ذات　　تیرے پُر انوار جلووں سے منور شش جہات

اے شہِ ہر دو سرا پیغمبرِ عالی صفات
السّلام اے سرورِ کونین فخرِ کائنات

السّلام اے فخرِ موجودات ختم المرسلیں　　تُو ہے لاریب افتخارِ اوّلین و آخریں
حق نے ٹھہرایا ہے تجھ کو رحمۃٌ للعالمیں　　تیری شانِ بے نہایت کا بیاں ممکن نہیں

درمیانِ عابد و معبود رشتہ تیری ذات
السّلام اے سرورِ کونین فخرِ کائنات

یا محمّدؐ یا مزّمّل یا مدّثّر السّلام　　قابَ قوسینِ اَوْ اَدْنیٰ ہے ترا عالی مقام
تُو وہ آقا ہے کہ جس کے عاشقِ صادق غلام　　پیروی سے تیری ہوتے ہیں خدا سے ہمکلام

تیرے صدقے مل گئی مُردوں کو اک تازہ حیات
السّلام اے سرورِ کونین فخرِ کائنات

اے مرے ہادی اے مصداقِ مناجاتِ خلیلؑ　　اے کلیم اللہ کے اعلیٰ و اکمل تر مثیل
اوّلین و آخرین کے تاجدارِ بے عدیل　　تیری عظمت کی بھلا اس سے ہو بڑھ کر کیا دلیل

ہے خدا کے بعد سب سے پاک و ارفع تیری ذات
السّلام اے سرورِ کونین فخرِ کائنات

بارگاہِ رسالت میں

(جناب ثاقب زیروی - مدیر "لاہور")

صدا بہ لب ہُوں فقط رحمت و کرم کیلئے
درِ حضورؐ پہ آیا ہُوں شرحِ غم کیلئے

بُتوں کی سنگدلی پر کبھی نظر نہ گئی
مَیں بے قرار ہُوا وسعتِ حرم کیلئے

جو آستانِ محمدؐ پہ ڈال دے مجھ کو
ترس رہا ہوں اُس اِک لغزشِ قدم کیلئے

دُعائے نیم شبی کس کی رنگ لائی ہے
ستارے رقص میں ہیں کس کی چشمِ نم کیلئے

ملا ہے جیسا بھی جتنا بھی مطمئن ہُوں مَیں
مجھے دماغ نہیں فکرِ بیش و کم کیلئے

کرم کا ایک سہارا کرم کی ایک نظر
نہیں ہے زادِ سفر منزلِ عدم کیلئے

بہت ہے بادہ یثرب کا ایک پیمانہ
بڑھایا ہاتھ نہ ثاقب نے جامِ جم کیلئے

النبیّ الخاتمؐ

(جناب نسیم سیفی، مدیر "تحریک جدید")

کس نے لکھا ہے کون لکھے گا ان کے شمائل ان کا سراپا
وہ جو ہیں ہر بات میں بہتر سب سے افضل سب سے اعلیٰ

یوں تو ہر اک قوم میں آئے راہبر ان راہِ ہدایت
خُوبوں میں وہ خُوب تھے لیکن ہر خوبی تھی تنہا تنہا

ہر خوبی کو یکجا کر کے یکجائی میں رنگت بھر کے
آپؐ ہیں وہ جن کا ہر جلوہ نورِ مجسّم بن کے چمکا

آپؐ کی رحمت کے دامن کے ٹھنڈے میٹھے جھونکے آئے
کوچہ کوچہ بستی بستی وادی وادی صحرا صحرا

وہ جو حرا سے بات چلی تھی یثرب کی گودی میں پلی تھی
دنیا کے درباروں میں وہ بات رہی ہر بات سے بالا

عرشِ بریں سے فرشِ زمیں کو قریب نہایت کرنے والے
اپنے خدا سے جوڑ دیا ہے آپؐ نے رشتہ خلقِ خدا کا

آپؐ تو ہیں النبیّ الخاتمؐ آپؐ سے ہیں یہ دونوں عالم
ختمِ نبوت کا ہو محافظ عاجز انساں ، توبہ توبہ

جن پہ پڑی اک نگہِ عنایت کون چکائے ان کی قیمت
بن گئے وہ استادِ زمانہ جن لوگوں نے آپؐ سے سیکھا

آپؐ کی اُمّت میں شامل ہونے کی دل میں ایک لگن تھی
اپنی اپنی قوم میں بے شک وہ موسیٰؑ ہوں یا کہ مسیحاؑ

پہلوں پر بھی لطف و عنایت پچھلوں پر بھی دستِ شفقت
سب کے رفیق اور سب کے ساتھی سب سے محبت سب کا سہارا

صالح اور صدّیق بنائے تارے ذرّوں سے شرمائے
لاکھوں لاکھ شہید ہوئے اور ایک غلام ، نبی کہلایا

یا رب النبیّ الخاتمؐ کا سایہ ہردم بڑھتا جائے
مجھ ایسے بے کس بے بس انسانوں کا ہیں ملجا ماوٰی

آج نسیمِ بادیہ پیما وادیٔ بطحا کا ہے مسافر
آج اُسے مقصود ملا ہے آج اُسے منزل نے پکارا

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

(جناب عبدالحمید صاحب شوق - لاہور)

محمد مصطفیٰؐ پر جان و دل قربان ہے میرا
یہی ہے زندگی میری یہی ایمان ہے میرا

محمد مصطفیٰؐ کے دوستوں سے دوستی میری
جو ان سے دشمنی رکھے وہی شیطان ہے میرا

محمد مصطفیٰؐ کی نعت خوانی عین راحت ہے
یہی تسکینِ قلب و رُوح کا سامان ہے میرا

مجھے خطرہ نہیں باطل کی ایماں سوز آتش کا
وہ محبوبِ خدا، سردارِ انس وجانّ ہے میرا

مرے خوابوں میں اکثر شوقؔ وہ تشریف لاتے ہیں
مَیں خوش ہوں خاتمہ بالخیر والایمان ہے میرا

نعت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

(جناب عبدالرشید تبسم ایم۔اے مدیر "انقلاب نو" لاهور)

اے کہ فروغِ ہر زماں تجھ سے ہے کائنات میں
کتنے نئے جہاں ڈھلے کارگہ حیات میں

نینوا، طور، کربلا، مصر، اُحد ترے مقام
تُو ہی تھا مرکزِ نظر عشق کے واقعات میں

نقش گری میں ختم ہے تجھ پہ کمالِ مُوقلم
رنگِ حیات بھر دیا تُو نے مری ممات میں

مہر و مہ رُخِ نگارِ حسن سے تیرے مستنیر
لاکھ حسیں کی پرورش تیرے حریمِ ذات میں

پاسِ ادب سے گُنگ سا بیٹھا ہوں تیری بزم میں
جس سے بُلا سکوں تجھے لفظ نہیں لغات میں

قیصری و سکندری پاؤں سے ہم نے روند دی
لُطف، جنوں کو آگیا عشق کی واردات میں

شاہ کی مہتری گئی، ختم گدا کی کہتری
کتنا عظیم انقلاب آیا تصورات میں

ہاتھ بلند عرش تک اُن کے لئے سپے دُعا
تجھ کو جنہوں نے عمر بھر دُکھ دیئے بات بات میں

چل تو دیا تبسم آج شوق سے پھر تری طرف
عصرِ رواں کے بُولہب بیٹھے ہیں اس کی گھات میں

ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال

(جناب میراللہ بخش صاحب تسنیم)

خواجۂ عالم محمدؐ مصطفٰی		صاحبِ لولاک محبوبِ خدا
مہبطِ وحیٔ خدائے ذوالجلال		ختم شد بر نفسِ پاکش ہر کمال

لاجرم شد خاتمِ پیغمبراں

رحمۃٌ للعالمین خیرالانام		عرش جس کا فرش وہ عالی مقام
مظہرِ انوارِ حق شیریں مقال		ختم شد بر نفسِ پاکش ہر کمال

لاجرم شد خاتمِ پیغمبراں

آسمانِ قدس کا مہرِ منیر		ماہ و انجم جس سے ہر دم مستنیر
جسکی ضوباری ہے دائم لازوال		ختم شد بر نفسِ پاکش ہر کمال

لاجرم شد خاتمِ پیغمبراں

دستگیری کے لئے آفاق کی		جلوہ گر روحانیت اس کی ہوئی
جب ہوا اُمّت میں پیدا اختلال		ختم شد بر نفسِ پاکش ہر کمال

لاجرم شد خاتمِ پیغمبراں

ہے نبوّت بخش جس کی پیروی		کون کر سکتا ہے اس کی ہمسری
جس کی ہے ناپید دُنیا میں مثال		ختم شد بر نفسِ پاکش ہر کمال

لاجرم شد خاتمِ پیغمبراں

رہنمائے منزلِ توحید وہ		محفلِ کونین کی تمہید وہ
ہے اسی سے بزمِ ہستی کا جمال		ختم شد بر نفسِ پاکش ہر کمال

لاجرم شد خاتمِ پیغمبراں

ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم

صفاتِ الٰہیہ کے کامل بروز ـــ اخلاقِ عالیہ کے حقیقی مظہر

(جناب ملک منصور احمد صاحب عمر۔ شاہد)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے :۔

صِبْغَةَ اللّٰهِ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً وَ نَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ [1]

(یعنی) اللہ کا رنگ اختیار کرو۔ اللہ کے رنگ سے بہتر کس کا رنگ ہو سکتا ہے؟ اور ہم اسی کی عبادت کرنے والے ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس کی صفات کا جلوہ اور اس کے دین کا ظہور ہی مقصودِ کائنات ہے۔ انسان عبادتِ الٰہیہ کے ذریعہ اس مقصد کو حاصل کرتا ہے۔

وَ لِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى [2]۔ ہر اچھی صفت اللہ تعالیٰ کی ہے۔ ان صفات کا مظہر بننے کے لئے انسان اپنی نوع میں نمونہ کا محتاج ہے۔ چنانچہ اس غرض کے لئے اللہ تعالیٰ نے فخرِ دو عالم، نبیوں کے سردار ہمارے پیارے آقا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کریم میں ہمارے لئے اُسوۂ حسنہ قرار دیا ہے جیسا کہ فرمایا :۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ [1]

(یعنی) تمہارے لئے اللہ کے رسول میں ایک اعلیٰ نمونہ ہے۔

قرآن کریم میں کئی مقامات پر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو صفاتِ الٰہیہ کا حقیقی اور کامل مظہر بیان فرمایا ہے۔ آپ کی بعثت کو خدا کی بعثت، آپ کے ہاتھ کو خدا کا ہاتھ، آپ کی اطاعت کو خدا کی اطاعت نیز آپ کی پیروی کو محبتِ الٰہیہ کا موجب قرار دیا ہے۔ حضرت حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارفع مقام اسلئے عطا ہوا کہ آپ کی ذاتِ بابرکات نے اللہ تعالیٰ کی صفات کا حقیقی عکس اپنے قالبِ عنصری میں پیدا کیا۔ پھر نوعِ انسان کی ہمدردی اور شفقت کی خاطر آپ کا دل بے تاب ہوا اور آپ کے وجود باجود سے خلقِ عظیم اور اخلاقِ عالیہ کا ظہور ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی شان میں

۱؎ البقرہ آیت ۱۳۹۔ ۲؎ الاعراف ـــ ۱۸۱

۱؎ الاحزاب ـــ ۲۲

قرآن کریم میں فرماتا ہے :-

اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝[1]

(یعنی) اے رسولؐ! تو نہایت اعلیٰ درجہ کے اخلاق پر قائم ہے۔

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی معرکۃ الآراء تقریر "اسوۂ حسنہ" میں اخلاق کی نہایت لطیف تعریف بیان فرمائی ہے جس کا اس جگہ بیان کرنا ضروری ہے۔ فرمایا :-

"اخلاق کے معنے کیا ہیں؟ اخلاق درحقیقت صفاتِ الٰہیہ کے اُس ظہور کا نام ہے جو بندے کی طرف سے ہو۔ پس ہم جب اللہ تعالیٰ کی صفات کی نقل کرتے ہیں تو یا اخلاق کہلاتے ہیں۔ گویا ایک ہی چیز خدا تعالیٰ کی طرف سے ظاہر ہو تو اُس کی صفت کہلاتی ہے اور بندوں کی طرف سے ظاہر ہو تو خُلق کہلاتی ہے۔ پھر خدا تعالیٰ کے اندر تو یہ صفات ازلی طور پر پائی جاتی ہیں اور ہمارے اندر کسبی طور پر پائی جاتی ہیں۔ بہرحال جب یہ صفات ہمارے اندر آتی ہیں تو اخلاق کہلانے لگ جاتی ہیں اور جب خدا تعالیٰ کی طرف انہیں منسوب کیا جاتا ہے تو وہ اسماء یا صفات کہلاتی ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ہمارے اخلاق کی درستی کے لئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی صحیح کامل نمونہ بنایا ہے۔"[2]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ پیدائش سے لیکر وفات تک ایسے بے شمار عظیم الشان اور شاندار واقعات سے پُر ہے کہ اس مضمون کے لئے ان میں سے بعض کا انتخاب کرنا ایک مشکل کام ہے۔ اختصار کی غرض سے خاکسار حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن پانچ اخلاق کریمانہ کا ذکر کرنا چاہتا ہے جنہیں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اصولِ اخلاق قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ "یہ میرے نزدیک تمام اخلاق کی کنجی ہیں"[3]۔ حضور پاکؐ کے ان اخلاقِ فاضلہ کی شہادت محرم حال آپؐ کی زوجۂ مطہرہ اُمّ المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اُس وقت دی جب حضورؐ پر پہلی بار وحیٔ الٰہی کا نزول ہوا اور آپؐ عظیم ذمہ داری کے خوف سے گھبراہٹ کے عالم میں گھر پہنچے۔ آپؐ محسنِ انسانیت اور اپنے عظیم شوہر سے یُوں مخاطب ہوتی ہیں :-

كلّا واللّٰه لا يخزيك اللّٰه
ابداً انّك لتصل الرحم
وتحمل الكلّ وتكسب
المعدوم وتقري الضيف و
تعين علىٰ نوائب الحق۔[4]

(یعنی) آپ گھبرائیں نہیں۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ آپ ناکام ہو جائیں۔ آپ کے اندر پانچ عظیم الشان خصلتیں پائی جاتی ہیں اور ان نیک خصلتوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی ناکام نہیں ہونے دیگا آپ وہ ہیں جو صلہ رحمی کرتے ہیں۔ جو لوگ کسی کام کے

[1] القلم : ۵ [2] اسوۂ حسنہ صفحہ ۲-۳

[3] اسوۂ حسنہ صفحہ ۴ [4] البخاری

بھی قابل نہیں آپ ان کے بوجھ اُٹھاتے ہیں۔ وہ علوم اور اخلاق جو دنیا سے معدوم ہو گئے ہیں آپ اُنکو پیدا کرتے ہیں۔ آپ مہمان نواز ہیں اور جن لوگوں پر کوئی مصیبت آجائے آپ ان کی مدد کرتے ہیں۔

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ پانچ عظیم الشان اخلاقِ عالیہ جن کا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی شہادت میں ذکر ہے، دراصل صفاتِ الٰہیہ کا عکس اور پرتو ہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے رحم اور فضل کا معاملہ کرتا ہے۔ اسی طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی مخلوقِ خدا سے رحمت اور شفقت کا سلوک کرتے تھے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کی بیشمار صفات اور مومنوں کے اوصاف کا ذکر آتا ہے۔ حضور پاک ان بیان کردہ صفاتِ الٰہیہ کے جامع بروز اور اوصافِ حمیدہ کے کامل مظہر تھے۔ چنانچہ حضورؐ کی ایک اور زوجہ مطہرہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے جب آپؐ کے اخلاق کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا:۔

فانّ خُلُقَ النبیّ صلی اللہ
علیہ وسلم کان القرآن۔[1]

یعنی قرآن پاک میں درج شدہ وہ تمام اخلاقِ حسنہ جو صفاتِ الٰہیہ کے رنگ سے رنگین ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجودِ باجود میں پائے جاتے تھے۔

[1] صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب جامع صلوٰۃ اللیل ومن نام عنہ او مرض۔

اِس حقیقت کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یوں بیان فرماتے ہیں:۔

"جس طرح پر قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی قولی کتاب ہے اور قانونِ قدرت اس کی فعلی کتاب ہے اسی طرح پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بھی ایک فعلی کتاب ہے جو گویا قرآن کریم کی شرح اور تفسیر ہے۔"[1]

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جن پانچ اخلاقِ فاضلہ اور اوصافِ حمیدہ کا بیان مقصود ہے وہ قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت کی فعلی تصویر ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ ذَوِی الْقُرْبٰی
وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنَ وَابْنَ
السَّبِیْلِ وَالسَّآئِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ[2]

(یعنی کامل نیک وہ شخص ہے جس نے) اس (اللہ) کی محبت کی وجہ سے رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کو اور سوالیوں کو نیز غلاموں (کی آزادی) کے لئے (اپنا) مال دیا۔

صلہ رحمی

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی صلہ رحمی اور رشتہ داروں سے محبت اور حسن سلوک کے [illegible]

[1] ملفوظات جلد [illegible] [2] البقرۃ [illegible]

ذیل کے چند واقعات پیش کئے جاتے ہیں۔

آنحضورؐ کے والد ماجد آپؐ کی ولادت سے قبل ہی وفات پا چکے تھے اور آپؐ کی والدہ ماجدہ بھی آپؐ کے بچپن میں ہی آپؐ سے ہمیشہ کے لئے جُدا ہو گئیں۔ طبعی طور پر حضورؐ کی طبیعت پر اپنے والدین کی جُدائی کا صدمہ نہایت شاق تھا۔ ایک طرف آپؐ اُن کے سائے عاطفت سے محروم ہو گئے اور دوسری طرف جذبۂ خدمت کی تڑپ دل میں موجزن ہوئی۔ زمانۂ نبوت میں آپؐ ایک دفعہ صحابہؓ کے ہمراہ اپنی والدہ کی قبر پر تشریف لے گئے اور اُسے دیکھ کر چشم پُرآب ہو گئے۔ صحابہؓ نے یہ نظارہ دیکھا تو وہ بھی رونے لگے۔ والدہ کی وفات کے بعد آپؐ کی کفالت آپؐ کے دادا کے سپرد ہوئی۔ وہ بھی جلد داغِ مفارقت دے گئے۔ حضورؐ کو اُن سے بھی نہایت درجہ محبت تھی۔ جب اُن کا جنازہ اُٹھایا گیا تو حضورؐ ساتھ ساتھ روتے جاتے تھے۔ دادا کے بعد آپؐ کے چچا ابوطالب آپؐ کے کفیل ہوئے۔ اُن سے جُدا رہنا حضورؐ کے لئے مشکل تھا۔ جب حضورؐ کی عمر ۱۲ سال کی ہوئی تو انہیں ایک تجارتی قافلہ کے ساتھ شام کا سفر پیش آیا۔ سفر لمبا اور کٹھن تھا اسلئے حضورؐ کو مکہ میں چھوڑ جانا ہی مناسب سمجھا گیا لیکن حضورؐ جوشِ محبت میں اپنے چچا سے لپٹ گئے اور رونے لگے۔ چچا کا دل بھر آیا اور آپؐ کو ساتھ لے لیا۔

حضور پاکؐ کو اپنی حقیقی والدہ کی خدمت کا موقعہ تو میسّر نہ آسکا لیکن دل میں اس کی تڑپ اور جذبہ شدید تھا چنانچہ حضورؐ اپنی رضاعی والدہ حلیمہؓ سے جنہوں نے چار سال تک آپؐ کی رضاعت کی، عمر بھر محبت اور احسان کا سلوک کرتے رہے۔ زمانۂ نبوت میں ایک دفعہ وہ مکہ آئیں تو آپؐ انہیں دیکھتے ہی "میری ماں، میری ماں" کہتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور اپنی اوپر کی چادر اُتار کر اُن کے نیچے بچھا دی۔ ایک دفعہ ملک میں قحط پڑا اور وہ مکہ میں آئیں تو آپؐ نے انہیں چالیس بکریاں اور ایک اُونٹ عطا فرمایا۔ اسی طرح جنگِ حنین کے موقعہ پر حلیمہؓ کے قبیلہ کے ہزارہا قیدیوں کو اس رشتہ کی خاطر رہا کر دیا اور ایک پائی بھی ان قیدیوں کے فدیہ میں نہیں لی اور اپنی رضاعی بہن کو جو اُن قیدیوں میں آئی تھی انعام سے مالا مال کر کے واپس کیا۔

حضورؐ نے متعدد شادیاں کیں اور آپؐ کی اولاد بھی تھی۔ آپؐ نے حُسنِ معاشرت کی ایسی مثالیں دنیا قائم کی ہیں کہ جن پر عمل کر کے ساری دُنیا کا معاشرہ جنّت نظیر بن سکتا ہے۔ حضور پاکؐ فرماتے ہیں۔ خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهٖ وَاَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِيْ یعنی تم میں سے بہتر وہ شخص ہے جو اپنے اہل کے ساتھ حُسنِ سلوک کرنے والا ہے اور میں اپنے اہل سے بہترین سلوک کرنے والا ہوں۔ آنحضورؐ کی اپنی زوجۂ اُولیٰ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بے انتہا محبت تھی کیونکہ وہ ابتداء میں حضورؐ پر ایمان لائیں اور ہر قسم کی قربانی پیش کر کے حضورؐ کا سہارا بنیں۔ ان کی زندگی میں حضورؐ نے دوسری شادی نہیں کی

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد حضورؐ کا معمول تھا کہ جب کبھی گھر میں کوئی جانور ذبح ہوتا تو آپؐ ڈھونڈ ڈھونڈ کر حضرت خدیجہؓ کی سہیلیوں کے پاس گوشت بھجواتے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ گو میں نے خدیجہؓ کو نہیں دیکھا لیکن مجھ کو جس قدر ان پر رشک آتا تھا کسی اور پر نہیں آتا تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ آنحضورؐ ہمیشہ ان کا ذکر کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ خدا نے مجھ کو ان کی محبت دی ہے۔[1] ایک دفعہ ان کی وفات کے بعد ان کی بہن ہالہ حضورؐ سے ملنے آئیں۔ انہوں نے اندر آنے کی اجازت مانگی۔ اُن کی آواز حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ملتی تھی۔ آپؐ کے کانوں میں آواز پڑی تو حضرت خدیجہؓ یاد آگئیں۔ آپؐ جھجک اُٹھے اور فرمایا کہ ہالہ ہوں گی۔ حضرت عائشہؓ بھی موجود تھیں اُن کو نہایت رشک ہوا اور بولیں کہ آپ ایک بڑھیا کو کیا یاد کرتے ہیں جو مر چکیں حالانکہ خدا نے اُن سے اچھی بیویاں آپ کو دی ہیں۔ جواب میں حضورؐ نے فرمایا کہ ہرگز نہیں۔ جب لوگوں نے میری تکذیب کی تو انہوں نے تعریف کی، جب لوگ کافر تھے تو وہ اسلام لائیں، جب میرا کوئی معین نہ تھا تو انہوں نے میری مدد کی۔

ایک دفعہ حضورؐ غزوۂ خیبر سے واپس تشریف لا رہے تھے اور آپؐ کی زوجہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بھی آپؐ کے ساتھ تھیں۔ راستہ میں اونٹ بدک گیا اور آپؐ اور حضرت صفیہؓ دونوں گر گئے۔ حضرت ابو طلحہؓ انصاری کا اونٹ آپؐ کے پیچھے ہی تھا وہ فوراً اپنے اونٹ سے کود کر حضورؐ کی طرف گئے لیکن آپؐ نے فرمایا۔ پہلے عورت کی طرف، پہلے عورت کی طرف۔[1]

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اولاد سے بھی بے انتہا محبت تھی۔ آپؐ جب کبھی سفر پر تشریف لے جاتے تو سب سے آخر میں اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاتے اور سفر سے واپسی پر سب سے پہلے انہیں سے ملاقات ہوتی۔ حضرت فاطمہؓ جب آپؐ کی خدمت میں آتیں تو حضورؐ کھڑے ہو جاتے۔ اُن کی پیشانی چومتے اور اپنی نشست سے ہٹ کر اپنی جگہ پر بٹھاتے۔ حضورؐ کو اپنے نواسوں حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ سے اتنی محبت تھی کہ جب کبھی حضرت فاطمہ کے گھر تشریف لے جاتے تو فرماتے کہ میرے بچوں کو لاؤ۔ وہ صاحبزادوں کو لاتیں تو حضورؐ انہیں سینہ سے لپٹا لیتے۔ ایک دفعہ حضورؐ اپنی نواسی امامہ کو کندھے پر چڑھائے ہوئے مسجد میں تشریف لائے اور اسی حالت میں نماز پڑھائی۔ جب رکوع میں جاتے تو انہیں اُتار دیتے پھر جب کھڑے ہوتے تو چڑھا لیتے۔ اسی طرح پوری نماز ادا کی۔[2]

اپنے بیٹے حضرت ابراہیمؑ کی وفات پر آپؐ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا تھا کہ آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں، دل غمزدہ ہے لیکن منہ سے ہم وہی بات کہیں گے جس کو ہمارا خدا پسند کرتا ہے۔[3] حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ کہ میں نے کسی کو اپنے خاندان سے اتنی محبت کرتے نہیں

---

[1] صحیح مسلم۔ فضائل خدیجہؓ۔

[1] مسند احمد بن حنبل۔ [2] نسائی باب ادخال الصبیان فی المساجد۔ [3] بخاری کتاب الجنائز۔

دیکھا جس قدر آپؐ کرتے تھے۔

مہمان نوازی

مہمان نوازی کا جذبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں ہر وقت موجزن رہتا تھا کیونکہ عرب کے مختلف اطراف اور دور دراز سے لوگ ہر وقت جوق در جوق بارگاہِ نبویؐ میں حاضر ہوتے رہتے تھے۔ ان میں کافر بھی ہوتے تھے اور مسلمان بھی۔ حضورؐ خود بنفسِ نفیس بھی ان مہمانوں کی خاطرداری اور تواضع فرماتے تھے اور حضورؐ کے صحابہؓ اور صحابیاتؓ بھی اس کارِ خیر میں شامل ہوتے تھے۔

اصحابِ صُفّہ کا گروہ زیادہ تر حضور پاکؐ کا مہمان ہی ہوتا تھا۔ ایک بار حضورؐ نے فرمایا کہ جس شخص کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ ان میں سے تین آدمیوں کو اور جن کے پاس چار آدمیوں کا کھانا ہو وہ اُن میں سے پانچ آدمیوں کو ہمراہ لے جائے۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ تین افراد کو ساتھ لائے لیکن حضورؐ دس آدمیوں کو اپنے ساتھ لائے۔[1] حضورؐ کے گھر میں ایک پیالہ اس قدر بھاری تھا کہ اس کو چار آدمی اٹھا سکتے تھے۔ جب دوپہر ہوتی تو وہ پیالہ آتا اور اصحابِ صُفّہ اس کے گرد بیٹھ جاتے یہاں تک کہ جب زیادہ مجمع ہو جاتا تو حضورؐ کو اُکڑوں بیٹھنا پڑتا تاکہ لوگوں کے لئے جگہ نکل آئے۔[2]

حضرت مقداد کا بیان ہے کہ میں اور میرے دو رفیق اس قدر تنگ دست تھے کہ بھوک سے بینائی

[1] صحیح مسلم [2] ابوداؤد کتاب الاطعمہ۔

جاتی رہی۔ ہم لوگوں نے لوگوں کے پاس اپنی کفالت کی درخواست کی لیکن کسی نے منظور نہ کیا۔ آخر ہم حضور پاک کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے ہمیں تین بکریاں دکھا کر فرمایا کہ ان کا دودھ پیا کرو۔ چنانچہ ہم میں سے ہر شخص دودھ دوہ کر اپنا حصہ پی لیا کرتا۔[1] کبھی ایسا اتفاق بھی ہوتا تھا کہ مہمان آجاتے اور گھر میں جو کچھ موجود ہوتا سب اُنکی نذر ہو جاتا اور تمام اہل و عیال فاقہ سے رہتے۔[2] حضورؐ راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر اپنے مہمانوں کی خبرگیری فرمایا کرتے تھے۔[3]

جب اہلِ حبشہ کا وفد آیا تو آپؐ نے خود اپنے ہاں اُن کو مہمان اُتارا اور خود بنفسِ نفیس اُن کی خدمت کی۔[4] ایک دفعہ ایک کافر مہمان ہوا۔ آپؐ نے ایک بکری کا دودھ اُسے پلایا۔ وہ سارا پی گیا۔ آپؐ نے دوسری بکری منگوائی وہ بھی کافی نہ ہوئی۔ غرض سات بکریوں تک نوبت آئی جب تک وہ سیر نہ ہوا۔ آپؐ پلاتے گئے۔ اسی طرح ایک مرتبہ ایک عیسائی دشمنِ اسلام حضورؐ کے ہاں مہمان ہوا۔ حضورؐ نے اس کی خوب خاطر و مدارات کی۔ اُس نے بہت کھانا کھا لیا۔ رات کو حضورؐ نے اسے اپنا بستر عنایت فرمایا۔ زیادہ کھانا کھانے کے باعث بستر پر ہی اس کا پاخانہ خارج ہو گیا۔ شرمندگی کے خیال سے وہ صبح اندھیرے مُنہ ہی وہاں سے چل دیا۔ صبح جب حضورؐ کو صورتِ حال کا علم ہوا، تو حضور نے اپنے مبارک

[1] صحیح مسلم۔ [2] مسند احمد بن حنبل۔ [3] ابوداؤد کتاب الادب۔ [4] شفائے قاضی عیاض۔

ہاتھوں سے اس کا بستر دھونا شروع کیا۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ حضورؐ! یہ کام ہم کرتے ہیں لیکن فرمایا کہ نہیں وہ میرا مہمان تھا اسلئے یہ میرا کام ہے۔ اتفاق ایسا ہوا کہ وہ شخص اپنی صلیب وہاں بھول گیا جسے لینے کیلئے وہ واپس آیا۔ جب اس نے حضورؐ کو خود بنفس نفیس بستر دھوتے پایا تو وہیں اسلام لے آیا۔

ہمدردئ مخلوق

مہمان نوازی کے ضمن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمدردئ مخلوق کے متعدد واقعات کا بیان گزر چکا ہے۔ غرباء کے ساتھ محبت و شفقت، یتامیٰ اور بیوگان کی کفالت، ناداروں اور معذوروں کی امداد، جن لوگوں پر کوئی مصیبت آجائے ان کی اعانت اور ضرورت مند طبقہ کی دیکھ بھال حضورؐ کی زندگی کا شیوہ تھا۔ حضورؐ کے گرد غرباء اور مساکین کا گروہ دیکھ کر رؤسائے قریش استہزاء کیا کرتے تھے جس کا ذکر قرآن کریم میں ان الفاظ میں ملتا ہے:-

- اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا[1]

(یعنی) وہ کہا کرتے ہیں کہ یہی وہ لوگ ہیں جن پر خدا نے ہم لوگوں کو چھوڑ کر احسان کیا ہے؟

حضورؐ نے اسامہ بن زیدؓ سے فرمایا کہ میں نے درِ جنت پر کھڑے ہو کر دیکھا کہ زیادہ تر غریب و مفلس لوگ ہی اس میں داخل ہیں[1]۔ حضورؐ فرماتے تھے "الفقر فخری" یعنی فقر میرا فخر ہے اکثر یہ دُعا کرتے تھے کہ خداوندا مجھے مسکین زندہ رکھ، مسکین اٹھا اور مسکینوں ہی کے ساتھ میرا حشر کر۔ آپؐ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ اے عائشہ! غریبوں سے محبت رکھو اور ان کو اپنے نزدیک کرو تو خدا بھی تم کو اپنے نزدیک کریگا[2]۔

حضرت جریرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہم لوگ حضور پاکؐ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک پورا قبیلہ مسافر حاضر خدمت ہوا۔ اُن کی ظاہری حالت اس درجہ خراب تھی کہ کسی کے بدن پر کوئی کپڑا ثابت نہ تھا۔ برہنہ تن، برہنہ پا، کھالیں بدن سے بندھی ہوئیں، تلواریں گلوں میں لٹکی ہوئیں۔ اُن کی یہ حالت دیکھ کر حضورؐ کا دل بےحد متاثر ہوا۔ چہرۂ مبارک کا رنگ بدل گیا۔ حضرت بلالؓ کو اذان دینے کا حکم دیا۔ نماز کے بعد آپؐ نے تقریر فرمائی اور تمام مسلمانوں کو ان کی امداد و اعانت کے لئے آمادہ کیا[3]۔

ایک مرتبہ ایک غیر مسلم نے دیکھا کہ حضورؐ کی بکریوں کا ریوڑ دور تک پھیلا ہوا ہے۔ اُس نے آپؐ سے عرض کیا کہ حضور یہ مجھے دیدیں۔ آپؐ نے فرمایا لے لو۔ وہ جب اپنے قبیلہ میں واپس گیا تو اس نے اعلان کیا کہ میں آج سے مسلمان ہوتا ہوں۔ کیونکہ آنحضورؐ اتنے فیاض ہیں کہ مفلس ہوجانے کی کچھ پروا

---

[1] الانعام — ۵۴

[1] صحیحین۔ [2] مشکوٰۃ باب فضل الفقراء بروایت ترمذی، بیہقی، ابن ماجہ۔ [3] صحیح مسلم۔

نہیں کرتے۔[۱]

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بہت مالدار اور امیر خاتون تھیں۔ جب ان کی شادی حضور پاکؐ سے ہوئی تو انہوں نے اپنا سب مال و متاع اور غلام اپنے عظیم شوہر کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کر دیئے۔ حضورؐ چاہتے تو اپنی زندگی آرام اور سکون سے گزار سکتے تھے لیکن اس موقعہ پر اپنی زوجہ سے فرماتے ہیں کہ میں اس شرط پر یہ سب کچھ قبول کروں گا کہ غلاموں کو آزاد اور مال غرباء پر خرچ کر دوں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی شہادت میں "تکسب المعدوم" کے الفاظ کا ترجمہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے یوں کیا ہے:-

"وہ علوم اور اخلاق جو دنیا سے معدوم ہو گئے ہیں آپؐ ان کو پیدا کرتے ہیں" اور "قومی ترقی کے لئے نئے نئے راستوں کی تلاش" کرتے ہیں۔

غرضیکہ قوم کے ہر طبقہ کے حقوق کا خیال رکھا جاتا کمزوروں کو سہارا دیا جاتا اور اس سے بڑھ کر قوم کی ترقی کے لئے نئے نئے علوم دریافت کئے جاتے تھے اور نئے نئے طریقوں سے مخلوقِ خدا کی خدمت اور ہمدردی کے منصوبے بنائے جاتے تھے۔

یہ وہ سب اخلاقِ عالیہ اور اوصافِ حمیدہ ہیں جو محسنِ انسانیت ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں درجۂ کمال کی حد تک پائے جاتے تھے اب ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم ان اخلاق کو اپنے اندر پیدا کریں تاکہ معاشرہ ہر قسم کی بدحالی اور ہر قسم کے افلاس سے پاک ہو کر جنت نظیر بن جائے اور دنیا میں وہ نظام قائم ہو جائے جو اسلام اور احمدیت کے ذریعہ قائم ہونا مقصود ہے۔ خدا کرے کہ ہم اپنا فرض ادا کرنے والے ہوں اور خُلقِ عظیم کی بنیادوں پر ساری دنیا کا نظام جلد قائم ہو جائے اور ساری دنیا کی طرف سے ہمارے پیارے نبی پر جو مظہر صفاتِ الٰہیہ اور جامع اخلاقِ عالیہ ہیں درود و سلام پہنچنے لگے۔

اللّٰھم صلّ علیٰ محمّدٍ وعلیٰ اٰل محمّدٍ و بارك وسلّم انّك حمیدٌ مّجید ۔

ضروری اعلان

خاتمیتِ محمّدیہ کے بارے میں النبیّ الخاتم نمبر مثبت بیانات پر شامل ہے۔ سیارہ ڈائجسٹ (رسول نمبر) میں مفتی محمد شفیع صاحب کے مندرجہ اعتراضات پر تبصرہ الفرقان کے آئندہ شمارہ میں ہوگا۔ انشاء اللہ۔

(مدیر)

---

[۱] صحیح مسلم کتاب الفضائل باب ما سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قطّ فقال لا وکثرۃ عطائہ۔

قسط اوّل

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا مختصر تاریخی خاکہ[1]

(جناب مولانا غلام باری صاحب سیف پروفیسر جامعہ احمدیہ)

آقائے مدنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ کو مؤرخین نے تین ادوار میں تقسیم کیا ہے۔ پہلا دور پیدائش سے نبوت تک، دوسرا دور دعویٰ نبوت سے ہجرت تک اور تیسرا دور ہجرت سے وصال تک۔

پہلا دور

بارہ ربیع الاوّل عام الفیل (یعنی اس سال جب ابرہہ نے خانہ کعبہ کو مسمار کرنے کے لئے ہاتھی بھجوائے تھے) فجر کے وقت مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء آپ کی ولادت ہوئی۔ ونعم ما قیل ؎

بصد انداز یکتائی بغایت درجہ زیبائی
امیں بن کر امانت آمنہ کی گود میں آئی

والدہ کا نام آمنہ تھا والد کا نام عبداللہ۔ آپؐ کی ولادت عادل بادشاہ کسریٰ نوشیرواں کے عہد میں بیان کی جاتی ہے حلیمہ دائی نے آپؐ کی پرورش کی۔ حلیمہ کے خاوند کی کنیت ابوکبشہ تھی۔ چار سال کی عمر تک آپؐ حلیمہ کے پاس رہے۔

چھٹے سال آپؐ کی والدہ آپؐ کو آپؐ کے ننہال مدینہ میں لیکر گئیں لیکن مکہ اور مدینہ کے درمیان ابواء جگہ پر وفات پا گئیں۔ یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک بستی ہے۔ تب امّ ایمن نے اپنی گود میں حضورؐ کو لیا اور دادا نے کفالت فرمائی۔

آٹھ سال کے تھے کہ دادا عبدالمطلب خدا کو پیارے ہوگئے اور چچا ابوطالب نے آپؐ کی پرورش کی ذمہ واری سنبھالی۔

نویں سال میں تھے کہ آپؐ کے چچا آپؐ کو شام کی طرف لیکر گئے۔ اس سفر میں بحیرا نامی راہب نے اپنی مقدس کتب کی رُو سے یہ بتلایا کہ عرب میں ایک نبی کا ظہور ہونے والا ہے۔

آپؐ کی عمر کے بیسویں سال میں قریش اور قیس کے درمیان "حرب فجار" نخلہ جگہ پر جو طائف اور مکہ کے درمیان ہے شروع ہوئی۔ یہ جنگ بالآخر صلح پر منتج ہوئی۔

پچیسویں سال آپؐ دوسری بار شام تشریف لے گئے۔ اس بار خدیجہ بنت خویلد کے تجارتی سامان کو لیکر گئے تھے۔ حضرت خدیجہؓ نے آپؐ کے صدق اور امانت کی شہرت کی بناء پر آپؐ سے درخواست کی تھی۔ اس سفر میں "میسرہ" نامی غلام بھی آپؐ کے ساتھ تھا۔

اسی سال خدیجہؓ نے آپ کو شادی کا پیغام دیا اور آپؐ کی شادی حضرت خدیجہؓ سے ہوگئی۔

---

[1] مشہور اور مختصر عربی تاریخی کتاب لباب الخیار کا یہ خلاصہ ہے۔

پینتیسویں سال سیلاب نے خانہ کعبہ کو گرا دیا
چنانچہ قریش نے جب اس کو تعمیر کرنے کا ارادہ کیا آپؐ بھی اس تعمیر میں شریک تھے اور جب حجرِ اسود رکھنے کے اعزاز کی وجہ سے مختلف قبائل میں جھگڑا ہوا تو آپؐ نے ہی ثالثی کی تھی۔ آپؐ ہی کی حسنِ تدبیر سے جھگڑا ختم ہوا اور نہ جانے کیا نتیجہ ظاہر ہوتا۔

دوسرا دَور

چالیس سال کی عمر کو جب حضورؐ پہنچے تو خدا تعالیٰ نے آپؐ کو رسالت سے سرفراز فرمایا۔ اس سے پہلے آپؐ قوم سے صادق اور امین کا لقب پا چکے تھے۔ نبوت سے پہلے آپؐ عبادتِ الٰہی میں غارِ حرا میں مصروف رہے۔

آپؐ کے دعویٰ کے ساتھ ہی بعض اشراف قریش اور غلاموں نے آپؐ کی دعوت پر لبیک کہنا شروع کیا۔ پہلی وحی اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ تھی شروع میں تبلیغ مخفی تھی پھر اعلانیہ شروع ہوئی اور مخالفت بھی تیز ہوگئی۔

پانچویں سال آپؐ نے بعض صحابہؓ کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ اس پہلی ہجرت میں دس مرد اور پانچ عورتیں تھیں جو تین ماہ کے بعد واپس آگئے۔ اسی اثناء میں حضرت حمزہؓ اور عمرؓ بن خطاب مسلمان ہوگئے تھے۔ اس وقت مسلمانوں کی تعداد چالیس سے اُوپر مرد اور گیارہ عورتیں تھی۔

ساتویں سال حضورؐ شعب ابی طالب میں محصور رہے۔ یہ اس وجہ سے ہوا تھا کہ قریش نے محسوس کیا کہ یہ تو بڑھتے جاتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے آپؐ کا بائیکاٹ کیا اور آپؐ کے خلاف ایک معاہدہ لکھ کر خانہ کعبہ میں لٹکا دیا۔ ان ایام میں آپؐ کو کھانے پینے کی سخت دقت تھی۔

اِس زمانہ میں حبشہ کی طرف دوسری ہجرت ہوئی دس سے اُوپر مرد گئے تھے اور اٹھارہ عورتیں۔ قریش نے نجاشی کے پاس ان کے خلاف وفد بھیجا۔

دسویں سال میں قریش کے کچھ آدمیوں نے آپؐ کے خلاف جو معاہدہ کیا تھا اس کو ختم کرنے کا اعلان کیا۔ اسی سال حضرت خدیجہؓ کی وفات ہوئی۔ اور حضرت خدیجہؓ کی وفات کے دو ماہ بعد آپؐ کے چچا ابوطالب وفات پا گئے۔ ابوطالب کی وفات کے بعد قریش کی ایذا دہی میں مزید شدت پیدا ہوگئی۔ اسی سال آپؐ نے طائف کا سفر فرمایا تا وہاں کے سرداروں کو اسلام کی دعوت دیں۔

گیارھویں سال اسراء اور معراج سے آپؐ کو خدا تعالیٰ نے سرفراز فرمایا۔ اسی سال آپؐ مختلف قبائل میں دعوتِ اسلام کے لئے تشریف لے گئے۔ اسی سال مدینہ سے چھ آدمیوں نے آکر اسلام قبول کیا۔

بارھویں سال بارہ آدمی مدینہ سے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ شرائط بیعت یہ تھیں کہ شرک نہیں کریں گے، چوری نہیں کریں گے، زنا کے مرتکب نہ ہوں گے، اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گے، کسی پر بہتان نہ باندھیں گے نیک باتوں میں اطاعت کریں گے۔ حق کہیں گے اور اس

بارہ میں کسی ملامت گر کی پرواہ نہ کریں گے۔

تیرھویں سال میں مدینہ سے ستّر مرد اور دو عورتیں آئیں اور بیعت کی۔ اسے بیعتِ عقبہ ثانیہ کہتے ہیں۔ حضورؐ نے ان میں سے بارہ نقیب مقرر فرمائے۔ اُن کے واپس جانے پر مدینہ کے ہر گھر میں اسلام کا چرچا شروع ہو گیا۔

تیسرا دَور

آپؐ کی حیاتِ مبارکہ کے تیسرے دَور کا آغاز ہجرت سے شروع ہوتا ہے جب کہ مکّہ والوں نے خدا کی رحمت کا ہاتھ جھٹک دیا تو اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت جبکہ آپؐ کی عمر ترپن سال کی تھی آپؐ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ اس سفر میں آپؐ کے ہمرکاب حضرت ابوبکرؓ تھے۔ آپؐ سے پہلے بعض صحابہؓ آپؐ کی اجازت اور حکم سے مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے تھے۔ دشمنوں نے آپؐ کے قتل کے لئے آپؐ کے مکان کا محاصرہ کر رکھا تھا کہ رات کو آپؐ مکّہ سے مدینہ کے لئے روانہ ہوئے تین رات غارِ ثور میں رہنے کے بعد بارہ ربیع الاوّل کو آپؐ قباء (مدینہ) میں وارد ہوئے۔ اس سال قباء میں مسجد کی تعمیر ہوئی جسے قرآن نے کہا کہ یہ وہ مسجد ہے جسکی بنیاد تقویٰ اللہ پر رکھی گئی ہے۔ آپؐ نے بائیس دن تک قباء میں قیام فرمایا۔ سب سے پہلا جمعہ یہیں آپؐ نے یکصد مسلمانوں کے ساتھ ادا کیا۔ اس کے بعد یہ **ماہِ عرب** مدینہ میں طلوع ہوا۔ انصار نے ہتھیار بند ہو کر آپؐ کا استقبال کیا۔ عورتیں اور بچے شعر پڑھتے تھے کہ:۔

> ہم پر چاند "ثنیات الوداع" سے
> طلوع ہوا۔ خدا کا شکر ہے کہ خدا کا
> داعی آیا۔ اس کا ہر حکم ہمارے لئے
> واجب الاطاعت ہوگا۔"

مدینہ میں آکر آپؐ نے مسجد تعمیر فرمائی اور اذان شروع ہوئی۔ آپؐ کے آنے کے ساتھ یہود کے سینوں میں بغض و حسد کی آگ بھڑکنا شروع ہوئی۔ ادھر کفارِ قریش کف افسوس ملتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم زندہ بچ کر نکل گئے۔ اور جب دشمن نے تلوار بے نیام کی تو خدا کی طرف سے آپؐ کو **اذنِ قتال** ہوا۔ چنانچہ پہلا دستہ آپؐ نے جو بھیجا وہ آپؐ کے چچا حمزہؓ کی سرکردگی میں قریش کے ایک قافلہ کی سرکوبی کے لئے تھا۔ قریش کا منصوبہ یہ تھا کہ اِس تجارت کے نفع سے مسلمانوں کے خلاف جنگ کی تیاری کی جائے لیکن مقابلہ کی نوبت نہ آئی اور مشرک بھاگ گئے۔

ہجرت کے دوسرے سال "غزوہ ودان" پیش آیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ساٹھ آدمیوں کے ساتھ قریش کے قافلہ سے مٹھ بھیڑ کے لئے تشریف لے گئے لیکن قافلہ گزر چکا تھا۔

اسی سال غزوہ بواط پیش آیا۔ حضورؐ دو سو مہاجرین کو لیکر نکلے لیکن اب بھی آمنا سامنا نہ ہوا۔

غزوہ عشیرہ بھی اسی سال پیش آیا۔ دو سو پچاس مہاجرین کو لیکر حضورؐ روانہ ہوئے۔ قریش کے قافلے کی قیادت ابوسفیان کر رہا تھا لیکن مقابلہ کی نوبت نہ آئی۔

غزوۂ بدر اُولیٰ

اسی سال بدر اولیٰ کا واقعہ پیش آیا۔ اسے "غزوۂ سفوان" بھی کہتے ہیں۔ کرز بن جابر فہری مشرک نے مدینہ کی چراگاہ پر حملہ کیا تھا حضور جب مقابلہ کے لئے آئے تو دشمن رفو چکر ہو چکا تھا۔

اسی سال پہلی غنیمت مسلمانوں کو ملی۔ قریش کے تجارتی قافلہ کو عبد اللہ بن جحش نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ روکا اور ان کا مال ضبط کیا جو جنگ کی تیاری میں انہوں نے صرف کرنا تھا۔

تحویلِ قبلہ بھی اسی سال ہوئی۔ اب بیت المقدس کی بجائے بیت اللہ کی طرف مُنہ کرکے نماز پڑھنا شروع ہوئی۔

رمضان کی فرضیت بھی اسی سال ہوئی۔

صدقۃ الفطر۔ اسی سال فطرانہ واجب ہُوا اور پھر اسی سال زکوٰۃ کی فرضیت نازل ہوئی۔

غزوہ بدر

پھر اسی سال حق و باطل کے فیصلہ کا دن "یوم الفرقان" آیا یعنی معرکۂ بدر پیش آیا۔ مسلمان تین سَو تیرہ تھے اور کفار ایک ہزار۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد فرمائی اور کفر کی ریڑھ کی ہڈی توڑ کر رکھ دی۔ ابوجہل واصلِ جہنم ہُوا، عتبہ مرا، شیبہ مرا۔ اور مکہ کے ہر گھر میں صفِ ماتم بچھ گئی۔

غزوہ قرقرۃ الکدر۔ اسی سال بنو سُلیم کی سرکوبی کے لئے پندرہ دن تک حضورؐ مدینہ سے باہر رہے لیکن لڑائی کا موقعہ نہ آیا۔

غزوہ قینقاع۔ اسی سال مدینہ کے یہود کی عہد شکنی کی وجہ سے ان کا محاصرہ کیا کیونکہ یہ ایذا دہی میں اب حد سے بڑھ رہے تھے۔ ان کی درخواست پر ان کو مدینہ سے نکل جانے دیا گیا۔

غزوہ سویق۔ اسی سال ابو سفیان کے ایک قافلہ سے جو دو صد مشرکین پر مشتمل تھا مقابلہ کے لئے حضورؐ نکلے لیکن ابوسفیان سَتّو پھینک کر بھاگ گیا اسی لئے اس غزوہ کا نام ہی غزوۂ سویق پڑ گیا۔

عید کی نماز بھی اسی سال مسنون ہوئی۔

حضرت فاطمہؓ کی شادی بھی اسی سال ہوئی اور حضرت عائشہؓ کا رخصتانہ بھی اسی سال عمل میں آیا۔

ہجرت کا تیسرا سال

دُعثور بن حارث محاربی نے ساڑھے چار صد سواروں کے ساتھ مدینہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا تو آپؐ ان کی سرکوبی کے لئے تشریف لے گئے لیکن بزدل دشمن پہاڑوں میں بھاگ گیا۔ یہیں اسی دعثور سے وہ مشہور واقعہ پیش آیا تھا جب حضورؐ محوِ استراحت تھے اور اس نے تلوار سونت کر کہا تھا آپ کو مجھ سے کون بچا سکتا ہے؟ ... جسکے نتیجہ میں حضورؐ کے سلوک کو دیکھ کر وہ مسلمان ہوگیا اور ساتھ ہی اس کی قوم بھی۔

غزوۂ بحران۔ بنو سلیم نے بھی مدینہ پر حملہ کا منصوبہ بنایا۔ جب حضورؐ کو علم ہوا تو اسکے تدارک کے لئے تشریف لے گئے۔ لیکن دشمن تتر بتر ہوگیا اور

حضورؐ واپس تشریف لے آئے۔

غزوۂ اُحد

بدر کا بدلہ چکانے کے لئے دشمن نے تین ہزار کے لشکر سے مدینہ پر چڑھائی کی۔ حضورؐ نے ایک ہزار جاں نثاروں سے مقابلہ کی ٹھانی۔ عبداللہ بن اُبی بن سلول منافقوں کو لیکر واپس ہو گیا۔ یہیں کئی صحابہؓ نے عشق و وفا کی روشن مثالیں قائم کیں اور چشم فلک نے جانثاری کے وہ واقعات مشاہدہ کئے کہ کوئی انہیں بھلا نہیں سکتا۔ اپنے خون سے صحابہؓ نے یہاں اسلام کی تاریخ لکھی جو کبھی محو نہیں ہو سکتی۔ حضورؐ کے دانت مبارک یہیں شہید ہوئے۔ اسی کے دامن میں حمزہؓ نے جام شہادت نوش کیا یہیں عمروؓ بن جموح نے شجاعت کے گیت گائے اور یہیں نضر بن انسؓ نے اپنا قیمہ کروایا۔ اسی لئے حضورؐ جب اُحد کی طرف کبھی تشریف لے جاتے تو فرماتے اُحد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں کہ یہاں عشاقِ رسول نے عشق کی شہنائی پر رقص کیا تھا۔ اللّٰھم صلّ علیٰ محمّدٍ وعلیٰ اصحاب محمّدٍ و بارک وسلّم انّک حمیدٌ مجید۔

حضرت عثمانؓ کی شادی سیدہ اُمِ کلثوم بنتِ رسولؐ سے رقیہؓ کی وفات کے بعد اسی سال ہوئی۔ اسی لئے انہیں "ذوالنورین" "دو نوروں والا" کا خطاب ملا کہ حضورؐ کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے ان کے عقد میں آئیں۔

اسی سال شراب حرام ہوئی جس سے عرب کی معیشت میں زبردست انقلاب پیدا ہوا۔

اسی سال حضورؐ نے حضرت عمرؓ کی صاحبزادی حفصہؓ سے شادی کی اور زینبؓ بنت خزیمہ سے بھی۔

اور اسی سال سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کے بطن مبارک سے حضرت حسنؓ پیدا ہوئے۔

ہجرت کا چوتھا سال

یہود کے قبیلہ بنو نظیر کی جلا وطنی اس سال کا اہم واقعہ ہے۔

غزوہ ذات الرقاع ۔ نجد کے قبائل بنو محارب اور بنو ثعلبہ نے مسلمانوں کے خلاف لڑنے کا ارادہ کیا سات سو مسلمانوں کے ساتھ حضورؐ تشریف لے گئے دشمن بھاگ گئے۔

صلوٰۃ خوف کی مشروعیت اور تیمم کی رخصت بھی اسی سال ہوئی۔

غزوہ بدر الاُخریٰ ۔ ابو سفیان نے مدینہ لڑائی کا پیغام بھیجا۔ حضورؐ نے پندرہ سو مسلمانوں کو روانہ کیا۔ لیکن ابو سفیان کو مقابل پر آنے کی جرأت نہ ہوئی۔

زینبؓ بنت خزیمہ کی وفات اسی سال ہوئی۔

حضرت حسینؓ اسی سال پیدا ہوئے۔

حضرت اُمّ سلمہؓ سے شادی حضورؐ نے اسی سال کی۔

زیدؓ بن ثابت کو اسی سال یہود سے لکھنے پڑھنے کی حضورؐ نے تاکید فرمائی +

(جاری ہے)

تاریخِ اسلام میں لفظ "خاتم" کا استعمال

"دیوانِ خاتم" کا قیام

(از جناب شیخ نور احمد صاحب منیر فاضل)

بنو امیہ کے نظامِ حکومت میں متعدد شعبے تھے۔

دیوانِ اموال، یہ مالیات کا دفتر تھا جس میں آمد و خرچ کا اندراج ہوتا تھا، ہر صوبہ کا الگ الگ حساب تحریر میں لایا جاتا۔ **دیوانِ عطایا**، جن لوگوں کو حکومت کی طرف سے وظائف ملتے تھے ان کا اس دفتر میں اندراج ہوتا۔ اس دفتر کی بنیاد حضرت عمرؓ نے رکھی تھی۔

ایک شعبہ دیوانِ خاتم کے نام سے بھی موسوم تھا۔ اس انتظامی شعبہ کے متعلق "داستانِ اسلام حصہ سوم بنو امیہ" مرتبہ شیخ محمد اقبال صاحب ایم۔ اے صفحہ ۴۰ میں تحریر ہے :-

"دیوانِ خاتم۔ اس میں خلیفہ کے فرامین کا ریکارڈ ہوتا تھا۔ اس شعبے کا وجود پہلے نہ تھا۔ حضرت معاویہؓ نے ایجاد کیا۔ اس کی ضرورت یوں پیش آئی کہ ایک دفعہ حضرت معاویہؓ نے ایک شخص کو زیاد کے نام حکم نامہ دیا کہ اسے ایک لاکھ روپیہ ادا کردو۔ نامہ بردار نے تحریر میں تبدیلی کردی اور بجائے ایک کے دو لاکھ کر کے رقم وصول کرلی۔ بعد میں جانچ ہوئی تو راز کھلا۔ اس قسم کی جعلسازی کا سدِّ باب ضروری تھا ورنہ جعلی خطوط سے بہت خرابیاں پیدا ہو سکتی تھیں۔ حضرت معاویہؓ نے حکم دیا کہ ہر فرمان سربمہر جایا کرے اور اس کی ایک نقل دفتر میں رکھی جائے۔ دفتر والے فرمان کو تاگے سے باندھ کر لاکھ سے مہر کر دیتے تھے۔ مہر کو عربی میں **خاتم** کہتے ہیں اسلئے اس دفتر کا نام دیوانِ خاتم پڑا۔ یہاں متفرق حکم ناموں کی نقول ہوتی تھیں۔" (ابن اثیر، ابن کثیر)

مندرجہ بالا معانی کی روشنی میں حضرت بانیٔ احمدیت فرماتے ہیں :-

"اللہ جلّشانہٗ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحبِ خاتم بنایا یعنی آپؐ کو افاضۂ کمال کے لئے مُہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔ اسی وجہ سے آپؐ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا۔ یعنی آپؐ کی پیروی کمالاتِ نبوت بخشتی ہے اور آپؐ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے۔ اور یہ قوتِ قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔"

(حقیقۃ الوحی ص۹۷ حاشیہ)

(طابع وناشر: ابوالعطاء جالندھری ٭ پرنٹر: سید عبدالحی ایم اے ٭ مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ ٭ مقامِ اشاعت: دفتر الفرقان ربوہ)

December, 1973 Regd, No L 5708

Monthly AL-FURQAN Lucknow